

(سلسلہ ندوۃ المصنفین)

(۵۷)

تاریخ ملت

جلد نہم

# تاریخِ صقلیہ

اسکولوں اور مدرسوں کے طلبہ اور عام بچوں اور  
بچیوں کے لیے صقلیہ کے عہدِ اسلامی کی تاریخ

از

مفتی انتظام اللہ صاحب شہابی اکبر آبادی

ندوۃ المصنفین اردو بازار جامع مسجد

دہلی

۲۹۷۵۹

۷۰۹

۵۷۳  
۷۰۹

بار اول

جولائی ۱۹۵۳ء

ذی قعدہ ۱۳۷۳ھ

ایک روپیہ بارہ لکے

قیمت غیر مجلد

دو روپے

قیمت مجلد

مطبوعہ یونین پریس دہلی

## فہرست مضامین

صفحہ	عنوان
۶	جغرافیہ صقلیہ
۷	تقسیم ملکی اور بقعہ سطح و طول و عرض
۸	صقلیہ کی وجہ تسمیہ
۹	صقلیہ کی قدیم تاریخ
۱۰	سیکل یعنی سکائی قوم
۱۱	ایتروسکی قوم
۱۳	فنیقین
۱۳	یونانی
۱۶	سرقوسہ کی ریاست
۱۸	قرطاجنہ
۲۰	یونانیوں اور قرطاجنوں کے محاربات
۲۰	جیلو کے جانشین
۲۲	صقلیہ کی حالت رومیوں کے زمانہ میں
۲۴	رومن قوم کی ابتدائی حالت
۲۴	رومیوں اور قرطاجنوں کے محاربات
۲۷	صقلیہ پر رومن قوم کا قبضہ

۲۷	سرقوسہ کا خاتمہ اور کل صقلیہ پر رومیوں کا تصرف
۲۸	رومیوں کا اقوام مفتوحہ سے سلوک
۳۰	صقلیہ کی حالت رومن قوم کے زمانہ میں
۳۱	رومن قوم کے غلام اور ان کی حالت
۳۳	غلاموں کی پہلی بغاوت صقلیہ میں
۳۴	غلاموں کی دوسری بغاوت
۳۶	رومن سلطنت کی یربادی
۳۹	عربوں کی یلغار صقلیہ پر
۵۰	قاضی اسد بن فرات فاتح صقلیہ
۵۱	میدان جنگ
۵۲	محمد بن ابی الجواری
۵۶	محمد بن عبداللہ بن الاغلب
۵۸	ابوالاغلب ابراہیم بن عبداللہ
۶۰	اطلی میں خلفون اور مفرج کی سرگرمیاں
۶۲	عباس بن فضل
۶۴	احمد بن یعقوب والی صقلیہ
//	خفاجہ بن سفیان
۶۷	محمد بن خفاجہ والی صقلیہ
۶۸	رباح بن یعقوب

٦٨	حسين بن رباح
٦٩	عبد اللہ بن محمد
"	جعفر بن محمد والی
٧١	اغلب بن محمد متغلب صقلیہ
٧٢	ابوالعباس بن ابراہیم اغلی
٧٩	محمد بن سرقوسی
٨٠	احمد بن ابی آسین بن رباح
٨١	آخری اغلی تاجدار کا انجام
"	علی بن محمد بن ابی الفوارس
٨٢	دولتِ اغالہ
٨٥	دولتِ اغالہ بفریقہ
٨٦	ولایتِ صقلیہ
٨٧	حسن بن احمد بن ابی الخنزیر
٨٨	احمد بن زیادہ اللہ بن قریب
٨٩	ابوسعید موسیٰ بن احمد
٩٢	ابوالعباس خلیل بن اسحاق طرابلسی
٩٥	ابوعطاف محمد بن اشعث الازدی
٩٦	ابوالغنائم حسن بن علی بن ابی الحسن کلبی
١٠٠	ابوالقاسم بن حسن کلبی فرما زولکے صقلیہ

- ۱۰۱ باہرین ابو القاسم کلبی
- ۱۰۲ جعفر بن محمد کلبی
- ۱۰۳ ثقت الدردلہ ابو الفتوح یوسف بن عبد اللہ کلبی
- ۱۰۴ تاریخ الدردلہ سعید الملائتہ جعفر بن ابو الفتوح کلبی
- ۱۰۵ تاریخ الدردلہ احمد الاصل کلبی
- ۱۰۸ صمد صام الدردلہ حسین بن ثقتہ الدردلہ کلبی
- ۱۰۹ صقلیہ میں طوائف الملوک کی
- ۱۱۰ صوبوں کے حکمران
- ۱۱۲ صقلیہ سے اسلامی حکومت کا خاتمہ
- ۱۱۳ تاریخ نارمن
- ۱۱۴ ابن البعلبعل آخری تاجدار صقلیہ
- ۱۱۷ صقلیہ اور جزائر سے مسلمانوں کا اخراج
- ۱۲۲ دولت فاطمیہ پر ایک نظر
- ۱۲۸ خلفائے فاطمیہ
- ۱۲۹ عمیر کلبی
- ۱۳۰ مسلمانان صقلیہ
- ۱۳۱ دار الحکومت
- ۱۳۲ بلاد صقلیہ
- ۱۳۳ علماء صقلیہ، صقلیہ کا علمی دور، تذکرہ ارباب فضیل

## جزیرہ صقلیہ

بحیرہ روم میں بہت سے جزائر واقع ہیں جیسے کورسکا، سارڈینیا، سلی (صقلیہ) وغیرہ۔ جزیرہ صقلیہ ایک مثلث کی شکل میں اٹلی کے جنوب میں واقع ہے اور ان تمام جزیروں میں جو آج کل اٹلی کے ماتحت ہیں سب سے بڑا اور بالکل اسی کے ساتھ لگا ہوا ہے۔

محققین علم الارض کا خیال ہے کہ کسی زمانہ میں وہ خشکی کے ساتھ ہی لگا ہوا تھا۔ متواتر زلزلوں سے سسلی کی سر زمین سر سے پاتاک ہل گئی جس کی وجہ سے اس کی سطح زمین سے جدا ہو گئی اور اس کی شکل جزیرہ کی ہی بن گئی۔

### تقسیم ملکی اور قبضہ سطح و طول و عرض

اس جزیرہ کی مساحت تقریباً دس ہزار میل مربع ہوگی آج کل اس جزیرہ کی تقسیم اقصیہ و نواحی میں کی گئی ہے۔

صوبہ صقلیہ

اسما و قسمت	مساحت	اقصیہ (ضلع)	نواحی (تعلقہ)
کلتانیتا	۱۴۵۵	۳	۲۸
قطانیہ (کاتانیا)	۱۹۷۰	۴	۶۴

اسماء قسمت	مساحت	اقضیہ ضلع	نواحی رتعلقہ
گرفتگی (جر جنتی)	۱۳۹۱	۳	۴۱
ستینا	۱۷۶۸	۴	۹۹
پرمو (پرم)	۱۹۶۴	۴	۷۶
سرقوسا (سیرا کیوسا)	۱۳۲۹	۳	۳۲
ترا بانا	۱۲۱۳	۳	۲۰

۱۱۲۹۱

صقلیہ کی آب و ہوا پاکیزہ ہے۔ زمین کی زرخیزی میں مثل اٹلی کے ہے  
متواتر زلزلوں سے کچھ حالت میں فرق آگیا ہے مگر بہت کچھ زرخیزی اب بھی پائی  
جاتی ہے

### صقلیہ کی وجہ تسمیہ

سیسی کے قدیم باشندے جنہوں نے اس کو آباد کیا وہ سیکان اور سیل  
قومیں تھیں جو یونانی تلفظ میں سیکانی اور سیکی کہی جاتی تھیں اور متداد زمانہ سے  
زبان کے تغیر و تبدل کی وجہ سے ان کے رہنے کی جگہ کو سیکیلیہ پھر سیسیلا اور سیسیلی کے  
نام سے پکارا جانے لگا۔ عربوں کے زیر علم آکر سیسیلی صقلی کے نام سے شہرت  
پذیر ہوا۔ غرض کہ سیکیلیہ کا مغرب صقلیہ ہے۔ مسلم جغرافیہ نویس اصطخری، بلاذری  
کی تصانیف میں اس کے بجائے اس سے صقلیہ مذکور ہے۔ مگر یا قوت حموی صقلیہ



ہی لکھتا ہے مگر میں کو کسرہ یعنی زیر کے ساتھ تحریر کرتا ہے یعنی صقلیہ لہ

## صقلیہ کی قدیم تاریخ

صقلیہ کی قدیم تاریخ پر جو کچھ اب تک تحقیق ہوا ہے اس کا خلاصہ تحریر کیا جاتا ہے۔

مسطر پور نے جو زمانہ قریب کا ایک مشہور جرمن مورخ ہے اٹلی کی قدیم تاریخ کی نسبت بہت کچھ تحقیقات کی اور بڑی دقتوں کے بعد کچھ کچھ پتہ لگایا ہے اس تمام تحقیق کا نتیجہ جو ہمارے سامنے ہے صرف اسی قدر ہے کہ دوسرے ممالک کی طرح سرزمین اٹلی میں بھی قدیم زمانے میں مختلف قومیں آباد تھیں جو ایک دوسرے سے منگرتھیں اور ان کے باہم اغراض بھی اس قدر مختلف و متباہن تھیں کہ ان میں بہت کم صلح قائم رہ سکتی تھی۔

### سیکل یعنی سیکائی قوم

سیسلی (صقلیہ) میں سیکائی نام کی ایک قوم رہا کرتی تھی، اور بیان کیا گیا ہے کہ یہ لوگ اپنی الاصل تھے۔

اس زمانے کے واقعات نامعلوم ہیں اور ہم کو سمجھ لینا چاہیے کہ ان کی حالت ویسی ہی تھی جیسی کہ اُس زمانے کے باشندگان ہند کی۔

محققین سرگزشت انسانی نے اس بات کو بڑے شد و مد کے ساتھ ثابت کر دیا ہے کہ وہ تمام قوی سے قوی تمدن جو اب تک دنیا میں پیدا ہوئے ہیں اور وہ عظیم الشان ترقی جو انسان نے زمانہ حجر سے لے کر حال کے مادہ ایجاد و اختراع تک کی ہے وہ سب ضرورت کی بنا پر متفرع ہوئے تاریخ عالم کے مطالعہ کے وقت اس اصول کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے کہ ایک قوم میں سے چند روز کے بعد چند اشخاص کا ہجرت کر جانا اور اپنے لیے نئی جگہ بود و باش کی غرض سے تلاش کرنا اور ان موانع کو دور کرنا جو اس کے راستے میں حائل ہوں، پھر رفتہ رفتہ ایک تمدن قائم کرنا ان سب باتوں کی وجہ خود بخود سمجھ میں آجاتی ہے۔ اس مقام پر ہم کو اس اصول پر تفصیلی بحث کی ضرورت نہیں ہے، اور ہماری غرض صرف اس قدر ہے کہ اس ضرورت کے قاعدہ نے ۱۳۹۳ قبل مسیح میں ایک قوم جو تاریخ میں ایٹروسکیوں کے نام سے مشہور ہے سسلی میں آنے کے لیے مجبور کیا۔

## ایٹروسکی قوم

اس نئی قوم کے بارے میں بھی جو اب سسلی میں آئی تھی بہت کچھ اختلاف کیا گیا ہے، اور جس طرح موسیو لیبان نے قدیم زمانے کے عربوں کی نسبت یہ رائے دی ہے کہ مین میں اس قسم کے آباد و آراستہ شہر موجود تھے جیسے مصر قدیم میں تھے اور ان کا تمدن اعلیٰ درجہ کا تھا۔ ان کی عمارتیں دیرینہ گرد و روگاہ کے نیچے دبی ہوئی پٹری ہیں اور جس طرح کہ بابل و مینوا کے ویرانوں نے

برسوں انتظار کیا یہ بھی آثارِ قدیمہ کے کسی محقق کا انتظار کر رہی ہیں۔ اسی طرح  
 سے تاریخِ قدیم کا مصنف ان ایٹرو سکیوں کے بارے میں یہ لکے دیتا ہے  
 کہ وہ محققین جنہوں نے دنیا کے قدیم سے قدیم لغات کے چہرے سے نقاب  
 ہٹا دیا (چنانچہ مصری ہیراگلیفی اور اشوریوں کا خط پیکانی جس کے جاننے والے  
 بھی اسی طرح مٹی کا ڈھیر ہو چکے تھے جس طرح وہ اقوام ان علماء کی کوششوں  
 کی بدولت پڑھ لیا جانے لگا) ابھی تک ان بے شمار آثارِ قدیمہ سے جو ایٹرو سکیوں  
 نے چھوڑے ہیں اور ان کی زبان سے جو اٹلی کی کسی اور قوم کی زبان سے مطلق  
 مشابہت نہیں رکھتی بالکل بے خبر ہیں۔ غرض کہ کہا جاسکتا ہے کہ ایٹرو سکیوں  
 کی زبان میں ایک عظیم الشان بھید ہے جو اسی وقت ظاہر ہوگا جبکہ کوئی مبصر  
 آثارِ قدیمہ ان کے اصلی گزے ہوئے واقعات کو کھنڈروں کی زبانِ حال سے  
 سن کر ہمارے سامنے پیش کرے گا۔ جو کچھ ہم کو اب تک صحیح طور پر معلوم ہوا ہے  
 اور جو مورخین نے تسلیم کیا ہے وہ یہ ہے کہ اس قوم کی اصل غالباً کوہِ الپس  
 میں دریائے راین کے منبع کے قریب شمالی جانب تھی اس کا پہلا نام راس  
 یا راسینی قوم بھی تھا۔ کسی ضرورت سے راسینی قوم اپنا اصلی وطن چھوڑنے  
 پر مجبور ہوئی اور اس نے الپس کے کنارے کنارے چلتے ہوئے "نرپو" کی  
 وادی کے قریب اپنے ڈیرے ڈالے اور ایک زمانہ تک یہیں مقیم رہی۔ چند  
 روز کے بعد ایک اور قوم یعنی گال والوں نے ان پر حملہ کیا، راسینی مجبور ہوئے  
 کہ یہاں سے بھی اپنا ڈیرہ اٹھالیں، اب وہ جنوب کی طرف بڑھے اور چلتے  
 چلتے اس مقام پر پہنچے جو انہی کی یادگاہیں آج تک جزائیہ میں ایتر دریا کے

نام سے مشہور ہے۔ انہوں نے اس قوم کو جو پہلے یہاں بستی تھی اور ترمینین کے نام سے مشہور ہے مغلوب کر دیا اور خود ان کی جگہ لی سرزمین ایترو دریا جو جزیرہ نمائے اٹلی کا شمال مغربی حصہ ہے اور کوہ اوبینین اور سمندر کے کنارے کنارے جنوب میں تھراٹا بربک بستی چلی گئی ہے، اب اپنے نئے فاتحوں کے زیر قدم ان تمام بزرگیوں کا سر حشمہ بن گئی جن کی ایک ایسی نئی مہاجر قوم سے اُمید کی جاسکتی ہے جس نے ابھی ابھی فتح مندی حاصل کی ہو اور ان کا جوش ابھی سرد نہ ہوا ہو۔ چند ہی دنوں میں ایترو دریا میں بجائے راسینی خانہ بدوش قوم کے ایک ایسی قوم نظر آنے لگی جس نے ایک حد تک تمدن کا بلند مرتبہ حاصل کر لیا تھا۔ اس قوم نے بہت سے شہر بسائے تھے جن میں سے بارہ شہر بہت ہی مشہور تھے۔ ان کے مٹے مٹائے آثارِ قدیمہ اب تک دنیا کو اپنے بانیوں کی یاد دلا رہے ہیں۔

قدرت نے بہت جلد ایترو سکلیوں کو مجبور کر دیا کہ وہ اور گے اپنا قدم بڑھائیں اور اپنی نئی نسل جس کے لیے ایترو دریا کی سرزمین اب تنگ ہونے لگی تھی اور کوئی جگہ ڈھونڈھ نکالیں چنانچہ وہ سسلی میں جو ان کے ملک کے قریب تھا پہنچ گئے اور چونکہ سسلی کی وسیع زرخیز زمین میں ابھی تک انسان کا وہ خلفشار پیدا نہ ہوا تھا۔ جو جنگ و جدال کا باعث ہوا کرتا ہے، لہذا بہت جلد یہاں ان کے قدم جم گئے اس زمانہ میں سسلی کی حالت وہی سادہ حالت تھی جو تمام گزشتہ قدیم فرقوں کی ہوا کی ہے اور جس کی وجہ سے انسان کی زندگی میں ان تکلفات کی ضرورت نہیں پڑتی جو تمدن کی بنیاد قائم کرتے ہیں۔

## فنیقین

چند روز کے بعد سسلی میں ایک نئی قوم آباد ہوئی جو ان قوموں سے جو اب تک سسلی میں تھیں بالکل جدا اور سسلی سے بہت دور ملک شام کی رہنے والی تھی۔ یہ قوم جس کو فنیقین کے نام سے پکارا جاتا ہے، ان مختلف قبائل میں سے جو ملک شام میں لیتے تھے کنعانیوں کی قوم اور بنی کوش میں سے تھی اس قوم کا اصلی وطن خلیج عجم کے کناروں پر تھا۔ جہاں پر بنی کوش نے سکونت اختیار کی تھی اور غالباً بحریں ان کا مستقر تھا۔ سمندر کے کنارے رہتے ہوئے جہاں رانی ان کی طبیعت کا جزو ہو کر رہ گئی تھی اور اسی سے آئندہ چل کر سارے عالم میں ان کی دھاک بندھ گئی تھی۔

غالباً ۲۳۰۰ قبل مسیح میں جبکہ ایک اور قبیلہ نے ان کو تنگ کرنا شروع کیا یہ لوگ اپنے اصلی وطن سے سو ریہ میں لگے اور اس بحر ہندی کی وجہ سے جو ان کی سرشت میں داخل ہو گئی تھی، یہاں کے سوا حل کی سکونت اختیار کی، وہ رقبہ جو ان کے قبضہ میں تھا اس کی مقدار بہت ہی کم تھی اور وہ صرف یاد سے لازقیہ تک ہی محدود تھا۔ بحر ان سوا حل کے جو پہاڑوں اور سمندر کے مابین واقع ہے، اور کوئی سر زمین نہ تھی۔ اس رقبہ کے کم ہونے کی وجہ سے وہ انتظامی امور میں مشہور نہ ہوئے۔ ہر شہر کی حکومت جدا جدا تھی جن میں سے مشہور صوز صیدا، بیروت وغیرہ ہیں ان کی جو کچھ شہرت ہے وہ ان کی بحری سفروں اور بحری تجارت کی وجہ سے ہے جس کے ذریعہ تمام دنیا میں ان کا ڈنکلج گیا،

اور ساری دنیا کی تجارت ان کے ہاتھ میں آگئی اور گو وہ اب ان اقوام کے زمرہ میں شامل ہو گئے ہیں جن کو موت کے زبردست ہاتھ نے دنیا سے فنا کر دیا ہے مگر ان کی بحری طاقت، ان کی مشہور تجارت اور ان کی تمدن کی ترقی اب بھی تاریخ کے صفحات پر آب و تاب کے ساتھ چمک رہی ہے۔ چونکہ ان کی تجارت سائے عالم میں پھیلی ہوئی تھی۔ لہذا ان کا اثر بھی بہت جلد دوسری اقوام میں پھیل گیا۔ اور بہت جلد ان کی نوآبادیاں بھی قائم ہو گئیں جس کی ضرورت کو ملک کے رقبہ کے کم ہونے نے اور زیادہ کر دیا تھا۔ ان نوآبادیوں میں سے قرطاجنہ (کارٹیج) کے سوا سب میں زیادہ مشہور ہے اور جس کا ذکر آئندہ آئیگا۔ قبرس فنیقیہ وغیرہ بھی مشہور ہیں۔

سلسلی میں بھی انہوں نے چند شہر بسائے جیسا کہ ایتروسکیوں کو اس نے بہت خوشی سے اپنی سرزمین میں آنے کی اجازت دے دی تھی اسی طرح فنیقیوں نے بھی اس نے کچھ مزاحمت نہ کی، اس تمدن قوم کے زیر سایہ سلسلی نے بھی بہت جلد ترقی شروع کی۔ قدیم سادہ حالتیں ضرورتوں سے تبدیل ہو گئیں اور مختلف اقوام مل ملا کر ایک قوم بن گئیں اور یہ کہنا صحیح ہوگا کہ سلسلی نے اب دوسرا جنم لیا، اور وہ بھی اس رفتار ترقی میں شامل ہو گئی جس پر تمام دنیا کے اقوام و ممالک کار بند ہوتے چلے آئے ہیں۔

## یونانی

قدرت کے مضبوط قاعدوں کے مطابق جب فنیقیہ کا زوال شروع

ہو گیا تو اس کی جگہ دوسری اقوام نے لے لی جن میں سے یونانی زیادہ مشہور ہیں۔ انہوں نے بحری طاقت میں قنیقن کا مقابلہ کرنا شروع کیا اور بہت جلد عظیم الشان ترقی کر لی۔ ایسی صورت میں ممکن نہ تھا کہ وہ تمام ضرورتیں جو اقوام دنیا کو پیش آتی رہتی ہیں یونانیوں کو پیش نہ آتیں چنانچہ یونانی بھی مجبور ہو گئے کہ اپنی نوآبادیاں بسائیں۔ سسلی کی شہرت اس وقت میں اس قدر ہو چکی تھی کہ ممکن نہ تھا کہ یونانی مبصرین کی آنکھ اس پر نہ پڑے، چنانچہ ۳۶۶ء قبل مسیح میں باشندگان نکسوس اور فلکس نے سسلی کے مشرقی کناروں اور کوہ اٹنا کے قریب جو اب تک ہر نووارد کا بہت خوشی سے خیر مقدم کیا کرتے تھے اپنے جہاز اتارے اور اسی مقام پر ایک شہر بسایا جو یونانیوں کا سسلی میں سب سے پہلا شہر تھا۔ اس شہر کا نام انہوں نے اپنے اصلی وطن کی یادگار میں نکوس رکھا۔ اب یونانیوں کا رستہ کھل گیا۔ دوسرے سال اور نئے لوگ آئے جنہوں نے سر قوسا (سر قوسہ) بسایا۔ اس شہر نے آئندہ چل کر سسلی کی تاریخ میں بہت شہرت حاصل کی۔ چالیس سال کے بعد ایک نئی یونانی قوم آئی جس نے جنوب مغربی حصے میں اپنے قدم جمائے اور شہر جیلا بسایا۔ غرض کہ یونانی مہاجرین کی تعداد دن بدن بڑھتی گئی اور ان کے بسائے ہوئے شہر بھی سسلی میں بڑھنے لگے، ان سب شہروں میں سب سے بڑا شہر سر قوسا تھا۔ اس کو یونانیان سسلی کا صدر مقام کہنا چاہے۔

## سرقوسا کی ریاست

سرقوسا والوں نے بہت کچھ ترقیاں کی اور جیسا کہ قاعدہ ہے بہت جلد انہوں نے یوناں کا جو اپنے کاندھے پر سے اتار دیا۔ ۵۲۳ قبل مسیح میں ان خود مختار حکومت بن گئی۔ سسلی کی سر زمین میں یہ خود مختار ریاست تھی جو قائم ہوئی، گویا تمدن کے پہلے زینہ پر اس نے قدم رکھا۔ اس حکومت نے بہت جلد ان تمام یونانیوں کے شہروں پر جو سسلی میں بسائے گئے تھے قبضہ کر لیا۔ چنانچہ ۴۸۶ قبل مسیح تمام مخالف شہروں پر قبضہ کر لیا گیا اگر کسی نے ذرا بھی مخالفت کی اس کو جڑ سے اکھاڑ دیا۔ یہ گویا سسلی کی پاک و صاف زمین میں پہلی خونریزی تھی۔ انسانی ضرورتوں کی بدولت یہ ملک گیری کے خیال سے عمل میں آئی اور بت پرستوں کے خیال کے مطابق انسانوں کی بھینٹ دے کر سسلی کی زمین کو آئندہ کے قابل بنایا گیا۔ اس زمانہ میں سسلی روز افزوں ترقی پر تھی۔ زمین کی زرخیزی کی انتہا نہ تھی۔ چونکہ اس میں ابھی ابھی زراعت شروع کی گئی تھی، لہذا بغیر کسی سخت محنت کے بہت آسانی کے ساتھ زمین کی پیداوار ہو جایا کرتی تھی۔

سرقوسہ کا بندر گاہ تجارت کے لحاظ سے یورپ کی منڈی تھا۔ ممالک مشرقیہ سے جو اس زمانہ میں تمدن کے مرکز تھے، یہاں ہر قسم کا سامان آیا کرتا تھا اور یہیں سے بلا و مغرب میں اس کی فروخت ہوا کرتی تھی۔ ملک کا انتظام اسی جمہوری اصول



پر تھا جن پر یونانی عمل کرتے تھے، ملک کے مختلف فرقے بنا کر گئے تھے، ایک فرقہ خاص تھا جو بہ منزلہ امراء کے تھا، ان کے سوا صنم، ع، تجار، مزارعین کے طبقے تھے۔ باعتبار آمدنی کے الگ طبقے تھے۔ جن میں سے فوج کے لیے لوگ منتخب کیے جاتے تھے، مگر ملک کا انتظام درحقیقت خاص لوگوں کے ہاتھ میں رہا کرتا تھا اور بڑے بڑے عہدوں پر وہی مامور ہوتے تھے۔

جس وقت یونان میں امراء اور عوام کے درمیان فسادات ہوئے ہیں، اس کے چند روز بعد ۳۹۵ ق م میں سسلی میں بھی یہی فسادات ان دونوں فرقوں میں رونما ہوئے۔ عوام نے ایجا کر کے امراء کو شکست دیدی، اور ان لوگوں نے بھاگ کر جلیو کے پاس پناہ لی جو شہر جلیا کا حاکم تھا۔ جلیو جو ایسے موقع کو تاک ہی رہا تھا بہت خوشی سے ان کی درخواست منظور کی، سر قوسہ پر حملہ کیا گیا اور امراء پھر ملک میں آگئے۔ مگر جلیو نے خود مختار ریاست قائم کی اور خود پادشاہ بن بیٹھا۔ ملک میں اس تغیر سے جواب ہوا تھا اور ترقی بڑھ گئی سر قوسا تمام یونانی شہروں کا پھر صدر مقام بن گیا اور جن شہروں نے بغاوت کی تھی وہ از سر نو مطیع کر لیے گئے اور سر قوسا کی عظمت و شوکت اور بھی زیادہ ہو گئی۔

جلیو جو اب فرمانروا کے سر قوسا بن گیا تھا ایک اعلیٰ درجہ کا منتظم و مدبر شخص تھا، اس کی بیدار مغزی کی شہرت اب یونان میں بھی پہنچنے لگی اور اس کی شہرت کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ جس وقت شکم ق م میں ایرانیوں نے یونان پر حملہ کرنا چاہا تو یونانیوں نے جلیو سے مدد مانگی جلیو نے اس درخواست کے جواب میں یہ لکھا "اگر مجھے یونانی فوج یا یونانی بیڑہ جہازا

پر کمانڈر بنایا جائے تو میں تمہارے درخواست قبول کر سکتا ہوں“ چنانچہ یونانیوں نے اس کے کمانڈر بنانے سے انکار کیا لہذا جیلوں نے بھی یونانیوں کو کوئی مدد نہ دی، مگر چند روز کے بعد اس کو ایک اور زبردست غنیمت سے مقابلہ کرنا پڑا۔ یہ غنیمت قرطاجنی تھا۔

## قرطاجنہ

کارتھج یا قرطاجنہ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے فنیقین ہی کی نوآبادی تھی، جس کو انہوں نے سن ۸۶۶ ق م میں موجودہ ٹیونس کے قرب و جوار میں بسایا تھا۔ قانون قدرت کے مطابق بہت جلد وہ فنیقیہ والوں سے جدا ہو گیا۔ اور جداگانہ سلطنت کی بنیاد ڈالی جو تاریخ عالم میں ایک ممتاز تہذیب رکھتی ہے۔ کارتھج والوں نے نہ صرف سواحلی افریقہ پر قبضہ کر لیا بلکہ بحیرہ روم کے جزیروں پر بھی وہ اپنا دست طبع بڑھانے لگے۔ چنانچہ بہت سے مقامات ان کے قبضہ میں آ گئے۔ اسپین اور کورسیکا ان کی تجارتی منڈیاں تھیں جن کے ذریعہ سے یورپ کی تجارت ان کے قبضہ میں تھی۔

## یونانیوں اور قرطاجنوں کے محاربت

چھٹی صدی قبل مسیح میں قرطاجنوں کی طاقت کمال کو پہنچ گئی تھی، اور بحیرہ روم کے بہت سے جزیروں پر قبضہ کرتے ہوئے وہ اب سسلی کے قریب پہنچ گئے تھے۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اس وقت سسلی کی حالت

کسی عمدہ تھی، اس کا عمدہ موقع پر ہونا اس کی زرخیزی ایسی چیزیں تھیں جنہوں نے قرطاجوں کو بھی اس میں اپنے قدم جانے کے لیے آمادہ کر دیا۔ مگر اب وہ سسلی نہ رہی تھی جو ہر نووارد کو خوشی کے ساتھ اپنے آغوشِ عاطفت میں لے لیا کرتی تھی اس میں تمدن قائم ہو گیا تھا اور ایک مستقل حکومت قائم تھی جس پر ایک زبردست شخص بیدار مغز حکمراں تھا۔ اس لیے قرطاجنی آسانی سے اس میں قدم نہ جاسکے بلکہ ان کو بزورِ شمشیر اس میں داخل ہونے کی ضرورت ہوئی۔ چنانچہ شکستہ قوم قرطاجنی سپہ سالار ہلکار تین لاکھ فوج کے ساتھ پنورس میں آپڑا جو جزیرہ کے شمالی جانب واقع تھا۔ پنورس میں اپنا قبضہ جانے کے بعد وہ آگے بڑھا اور سمرا کا محاصرہ کر لیا جو یونانیوں کے ماتحت تھا۔ فرمانروائے سرقوسا جیلو بھی ہمارا کو بچانے کے لیے اپنی پچاس ہزار فوج لے کر قرطاجوں کے سامنے آپڑا اس وقت کاربج والوں کی فوج شمار میں تین لاکھ تھی۔ جیلو کی شہرت میں یکایک عظیم الشان اعضاء ہو گیا کیونکہ اس نے اس زبردست فوج کو شکستِ فاش دیدی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کاربج والوں کو اپنے ہتھیار منقولین جن میں ان کا کمانڈر ہلکار بھی شامل تھا ہمارا کے میدان میں چھوڑ کر سسلی خالی کر دینی پڑی پھر ایک مدت تک ان کا حوصلہ نہ ہوا کہ سسلی کا رخ کریں۔ بلکہ وہ اپنے افریقیہ کے مہمات میں مصروف ہو گئے جہاں یونانیوں کے ساتھ ان کی ٹڈبھیر ہوتی رہی۔

اس عظیم الشان فتح کے بعد جیلو نے بہت بڑی قوت پیدا کر لی۔ اس کی ملک گیری کے ارادے جو اس زمانہ میں انسان کی اعلیٰ سے اعلیٰ ترقی کا

بلند رتبہ خیال کیے جاتے تھے اب بہت کچھ بہار دکھاتے اور وہ بھی ان مشہور فاتحوں میں سے ہو جاتا جن کی شہرت صفحاتِ تاریخ پر آج تک نظر آرہی ہے مگر افسوس ہے کہ موت نے اس کو مہلت نہ دی اور اس فتح کے تین سال کے بعد موت کے زبردست ہاتھوں نے اس پر اپنا قبضہ کر لیا جس کے پنجے سے رہائی پانا بڑے سے بڑے بہادر کیلئے بھی محال و ناممکن ہے۔

## جیکو کے جانشین

۱۷۷۱ء ق م میں جیکو کے مرنے کے بعد اس کا بھائی ہیرو اس کا جانشین ہوا۔ اور دس سال تک ریاست کی۔ جیکو کے بعد ایسے جانشین کی ضرورت تھی۔ جو اس کی قائم کی ہوئی ریاست پر بزور قبضہ رکھ سکے اور ان مختلف اجزاء کو بکھرنے نہ دے، جنہیں جیکو نے مدتوں کے بعد ایک شیرازہ میں جمع کر دیا تھا۔ ہیرو ایسا ہی شخص تھا اور اسی لیے اس کے مرتے دم تک کوئی فتنہ و فساد پیدا نہیں ہوا، ملک میں ترقی کی رفتار اسی طور سے جاری رہی جیسی کہ اس باا من زمانہ میں اُمید کی جاسکتی ہے۔ مگر ۱۷۶۷ء ق م میں ہیرو کے مرجانے پر ایک ایسا شخص جانشین ہوا جو مطلق صلاحیت نہیں رکھتا تھا اس لیے باہمی فتنہ و فساد کی بنیاد پڑ گئی اور چونکہ اس وقت تک سسلی تمدن کے ان مدارج تک نہ پہنچا تھا جن میں شاہی عظمت و شوکت حد سے بڑھ جاتی ہے۔ اس لیے یہ ہیرو کا جانشین جو تراسیوس نام سے مشہور ہے بہت جلد بغیر زیادہ وقت کے ملک سے خارج کر دیا گیا۔ وہ باہمی فتنہ و فساد جو پیدا

ہو گیا تھا ۱۶۶۱ء ق م میں مختلف شہروں کے نامور و پختہ کار شخصوں نے ایک مجلس منعقد کی اور قوانین و نظام آئندہ کے لیے مرتب کیا اس کے اجراء کا نتیجہ یہ ہوا کہ خانہ جنگی ختم ہو گئی اور ملک ترقی کی راہ پر ناک گیا اور مثل سرقوسہ کے جزیرہ کے جنوبی ساحل پر شہر اغر جنتم نے بڑی ترقی کی۔ اہل سرقوسہ کو اس کا عروج بڑا لگا اور ۱۶۶۱ء ق م میں اغر جنتم، نکسوس، کتنا، لیونینتی شہروں کو بزور اپنی نگرانی میں لے لیا، مگر یہاں کے باشندوں نے اہل یونان سے مدد چاہی۔ ایتھنس والوں نے ۱۶۶۱ء ق م میں بقوت سرقوسا کو مغلوب کر لیا اب بظاہر صقلیہ اہل ایتھنس کی حکومت میں داخل ہو گیا، مگر سرقوسہ والوں نے بغاوت کر دی غرض کہ ۱۶۱۳ء ق م میں یونانیوں کی طاقت کمزور ہو گئی اور اہل سرقوسہ سے مقابلہ نہ کر سکے اور اپنی فوجوں کو سسلی سے ہٹالے گئے۔

قرطاجنہ موقعہ کے منتظر تھے ۱۶۰۹ء ق م دوبارہ صقلیہ پر حملہ آور ہوئے اور اپنی پچھلی شکست کا شریرس بعد بدلے لے لیا اور کامیابی حاصل کی بعض مقامات پر قابض و متصرف ہو گئے۔ اب گویا صقلیہ میں دو حکومتیں تھیں ایک سرقوسہ کی ریاست، دوسری قرطاجنہ کے زیر حکم علاقہ جات سان و نول میں ہمیشہ خانہ جنگی برپا رہتی جو ۱۶۱۳ء ق م تک قائم رہی

# صقلیہ کی حالت رومیوں کے زمانہ میں

جیکہ صقلیہ کی سرزمین ان دو مختلف قوموں (قرطاجنی، یونانی) میں منقسم تھی جو باری باری سے اپنا ڈنکا بجاتی رہتی تھیں تو اس وقت تماشاکانہ عالم کے پردوں کے اندر ہی اندر کچھ اور سامان ہو رہا تھا، ایک نئی زبردست طاقت جو اب تک بالکل ضعیف خیال کی جاتی تھی دنیا کے اسٹیج پر نمودار ہوئی جس نے بہت جلد ان تمام اقوام کو جو اس وقت دنیا میں اپنا اپنا پارٹ ادا کر رہی تھیں اسٹیج پر سے ہٹا دیا، اور تاریخ عالم میں ایک ایسی عظیم الشان یادگار قائم کی جس سے تاریخ نے ایک نیا جنم لیا اور اب بجائے قرونِ قدیمہ کے تاریخِ قرونِ متوسطہ میں آگئی۔ یہ نئی قوم جو اب پیدا ہوئی رومن قوم تھی۔

## رومن قوم کی ابتدائی حالت

رومن قوم کے قدیم حالات کے بارہ میں وہی بیہودہ اور دورازکار روایتیں بیان کی گئی ہیں جو قریب قریب ہر قوم کی ابتدائی حالت کی نسبت لکھی گئی ہیں۔ اور جن کو زمانہ حال کی تحقیق نے بالکل لغو قرار دے دیا ہے۔ غرض کہ جو کچھ اب تک ثابت ہوا ہے اس کے لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس موقع پر جہاں اب روما آباد ہے، پہلے مختلف قبائل بستے تھے جنہوں نے رفتہ رفتہ امتدادِ زمانہ کے باعث آخر ایک قوم کی صورت اختیار کر لی اور جیسا

کہ قدیم اقوام میں دیکھا گیا ہے، ان میں بھی چند ایسے عالی درجہ اور مدبر حاکم روم کے نام سے مشہور ہوئے۔ تھوٹے ہی عرصہ کے بعد روم کی سلطنت نے ۵۰۸ء قبل مسیح میں جمہوری صورت اختیار کر لی اور اس نے ان تمام مختلف قبائل کو جو جزیرہ نمائے اٹلی میں بستے تھے مایک ایک کر کے زیر کرنا شروع کر دیا اور آخر بہت نزاعوں اور خونریزیوں کے بعد ۲۶۵ء قبل مسیح میں سارے ملک اٹلی پر رومیوں کی جمہوری سلطنت کا پھر برا اڑنے لگا اور گنہامی کے پردے سے نکل کر اس کا شہا بھی دنیا کی مشہور طاقتوں میں ہونے لگا جس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ بطلمیوس فلاولفیوس فرما کر اے مصر نے جو اس وقت دنیا کے مشہور حکمرانوں میں سے تھا، اپنے سفیر رومن قوم کے پاس بھیجے اور خواہش ظاہر کی کہ رومن قوم اس سے دوستانہ تعلقات رکھے۔

جبکہ کل جزیرہ نمائے اٹلی پر رومن قوم کا قبضہ ہو گیا، اور اب جزیرہ نمائے کوئی ایسی قوم باقی نہ رہی جس سے لڑکر رومن فاتح قوم جس کے دل میں تخیلات و جذبات کا دریا پورے جوش کے ساتھ موجزن تھا اپنے دل کے حوصلے پورے کرے تو زبردست قانون قدرت کے اصول کے بموجب بہت ہی ضروری ہو گیا کہ وہ اٹلی سے اپنا قدم باہر نکالے اور ان اقوام سے اس کی ٹھہر بکھیر ہو جو دنیا میں اپنا ڈنکا بجا رہی تھیں۔ اور چونکہ سسلی بالکل اٹلی ہی کے قریب تھا اور اٹلی کی ملکی ضرورتوں کے لحاظ سے اب اس پر قبضہ کرنا ضروری ہو گیا تھا، لہذا بہت جلد رومن قوم کی توجہ اس طرف مبذول ہو گئی اور اس نے سسلی کا رخ کر دیا۔ ۲۶۵ء قبل مسیح میں

لہ تاریخ مصر

یونانی اور قرطاجنی مختلف مقامات پر اپنی اپنی حکومت کر رہے تھے اور ان میں وہ باہمی نزاعات اور خانہ جنگیاں آئے دن برپا رہتی تھیں جو ہمیشہ غیر قوم کے ملک میں داخل ہونے کا بہت بڑا سبب ہوا کی ہیں۔

ان باہمی نزاعوں اور خانہ جنگیوں سے رومن قوم کو اس بات کا پورا موقع مل گیا کہ وہ اپنی خواہشوں کو سہرا دی کے پیرایہ میں ظاہر کرے چنانچہ جس وقت مسانا والوں نے سرقوسا والوں اور قرطاجینیوں کے متواتر حملوں سے تنگ آ کر جن میں سے ہر ایک اس پر اپنی دندان آرتیز کیے ہوئے تھارومن قوم سے مدد کی درخواست کی تو اس نے فوراً ایک قوی اور مستعد فوج بطاہر مسینہ مسانا والوں کی تائید اور اصل میں سسلی پر قبضہ جانے کے لیے بھیج دی۔ سرقوسا والے اور قرطاجینی دونوں اب خوابِ غفلت سے چونکے اور اپنے اس نئے زبردست دشمن کے دفعہ کے لیے اپنی باہمی خانہ جنگیاں چند روز کے لیے ختم کر دیں۔ سرقوسا والوں نے قرطاجینیوں سے معاہدہ کیا کہ ہم تمہارے ممالک مقبوضہ پر حملہ نہ کریں گے اور قرطاجینیوں نے اس کے معاوضہ میں رومیوں سے مقابلہ کرنے کا وعدہ کیا رومیوں نے قرطاجینیوں کو اطلاع آخر بھیجی کہ بہتر ہے تم مسانا کو چھوڑ دو اور اس طرح ہم چلے جائیں گے۔ قرطاجینیوں نے انکار کیا، اور اب ان دونوں دنیا کی مشہور طاقتوں میں مڈبھیڑ ہونی شروع ہو گئی۔

## رومیوں اور قرطاجینیوں کے محاربات

رومن قوم نے دشمن کی جمعیت توڑ دینے اور اس میں نفاق پھیلانے کے



ضروری قاعدے پر عمل کیا جس سے عموماً فاتحین کی فتح ہوا کی ہے، چنانچہ اس نے حکمران سرتوسا، ہیروڈانی سے جو ایک دورانڈیشن اور بیدار مغز حاکم تھا معاہدہ کر لیا، جس کے عمدہ نتائج آئندہ چل کر ظاہر ہوئے اور یہ بات چاہی کہ وہ قرطاجینیوں اور رومیوں کے باہمی مقابلہ میں بالکل الگ تھلگ رہے اور اس کے معاوضہ میں رومن قوم اس کے حقوق کو برقرار رکھگی، مگر اس سے قرطاجینیوں پر جو اس وقت میں دنیا کی سب سے بڑی بحری طاقت شمار کی جاتی تھی اور اس لحاظ سے سمندر کی مالک تھی کوئی اثر نہ ہوا اور رومن قوم کو قرطاجینیوں پر فتح پانے کے لیے پہلے بحری طاقت پیدا کرنی ضرور تھی جس کے بغیر ان کا مقابلہ ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ امیر البحر دوسلیوس کی عجیب اور ان تھک کوششوں کی بدولت یہ مشکل بھی رفع ہو گئی اور ۲۶۲ قبل مسیح میں رومیوں نے قرطاجینیوں کو اس بحری طاقت میں جس پر انہیں ناز تھا فائن شکست دی۔ اب قرطاجینیوں کی بھی آنکھیں کھلیں اور وہ بھی تیزی اور مستعدی کے ساتھ رومیوں کا حملہ روکنے کے لیے مستعد ہو گئے۔ یہ زمانہ جبکہ یہ دونوں دنیا کی مشہور قوتیں بڑے زور شور سے ٹکرائی تھیں ایک مدت تک رہا اور اس مدت میں بڑے بڑے معرکے اور جانبازیاں جنہیں انسانی شجاعت اور بہادری کا اعلیٰ نمونہ کہا جاسکتا ہے واقع ہوئیں۔ قرطاجینیوں کے اقبال کا دور ختم ہو چکا تھا اور ان میں وہ برائیاں جو ایک زبردست طاقت کی جڑ کو کھوکھلی کر دیا کرتی ہیں پیدا

۱۔ رومن قوم کے بیان میں ان کتابوں کے علاوہ جن کے نام پہلے بیان کر دیے ہیں تریڈے  
الصیائف فی مباحیۃ المعارف (مؤلفہ نوفل آفندی طرابلسی) سبھی مدونہ گئی ہیں

ہو چکی تھیں چنانچہ خود ان کی فوج میں جو اجرت پر نو کر رکھی جاتی تھی سخت جھگڑا  
 برپا ہو گیا۔ ان سب باتوں نے رومن قوم کے لیے راستہ صاف کر دیا،  
 اور اس نے جزیرہ سارڈینیا پر جو صقلیہ سے قریب ہی واقع ہے فتح حاصل  
 کر لی۔ یہ پہلا جزیرہ تھا جس پر رومن قوم نے فتح پائی۔ قرطاجینی رومیوں کی  
 اس فتح پر بہت ہی بگڑے مگر مجبور تھے۔ دانت پس کر چپ ہو گئے۔ رومیوں نے  
 بڑھ کر جزیرہ کورسیکا پر بھی قبضہ کر لیا اور اب صقلیہ کی باری آئی۔ قرطاجینیوں  
 نے یقین کر لیا کہ اب رومیوں سے مقابلہ بے سود ہے اور موجودہ حالت  
 میں مقابلہ سے بجز نقصان کے اور کوئی فائدہ مترتب نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ  
 انہوں نے صلح کی درخواست کی اور شرائط ذیل پر ۲۳۱ قبل مسیح میں صلح  
 منعقد ہو گئی۔

- (۱) قرطاجینی صقلیہ اور ان تمام چھوٹے چھوٹے جزیروں کو جو صقلیہ سے  
 قریب واقع ہیں اور جن پر اب تک انہی کا قبضہ تھا خالی کر دینگے۔
- (۲) قرطاجینی رومن قوم کو ایک بیش قرار تاوان جنگ دینگے۔
- (۳) قرطاجینی اعتراف کرتے ہیں کہ ہیرو حاکم سر قوسا ہے اور اس سے اور اس  
 کے جانشینوں سے آئندہ قرطاجینیوں کو لڑائی کرنے کا کوئی حق نہ ہوگا۔
- (۴) اس کے معاوضہ میں رومن قوم قرطاجینیوں پر حملہ نہ کرے گی اور اس کو قرطاجینیوں  
 کے دوسرے مقبوضات سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔

## صقلیہ پر رومن قوم کا قبضہ

اس صلح سے چند روز کے لیے رومیوں اور قرطاجینیوں کے محاربات ختم گئے اور صقلیہ باستان کے ریاست سر قوسا، سارڈینیا اور کارسیکا رومن قوم کے قبضہ میں آئے جس کا انتظام کرنا اب ان کو ضروری تھا۔ رومیوں نے سارڈینیا اور کارسیکا کو ایک صوبہ اور صقلیہ کو ایک صوبہ قرار دیا۔ یہ رومیوں کے سب سے پہلے صوبے تھے۔ ہر ایک صوبہ کا ایک والی ہوا کرتا تھا جس کو پریٹور یا پروفنسل کا لقب دیا جاتا تھا۔ پریٹور یا پروفنسل کو باستان کے ان رومن نژادوں کے جوان صوبوں میں مقیم ہو جاتے ہیں، باقی تمام باتوں میں پورا اختیار حاصل تھا اور اس کو اپنے احکام کے نافذ کرنے میں کوئی روک ٹوک نہ تھی۔

## سر قوسا کا خاتمہ اور کل صقلیہ پر رومیوں کا تصرف

سال ۱۰۰ قبل مسیح میں ہیروٹانی حاکم سر قوسا مر گیا جس نے آخری وقت میں اپنی بیدار مغزی اور دوراندیشی سے سر قوسا کی حفاظت کی تھی جیسا کہ چراغ گل ہونے کے وقت ایک غیر معمولی روشنی میں پیدا ہو جاتی ہے اور یہی غیر معمولی روشنی اس بات کی خبر دیتی ہے کہ اب اس کے خاتمہ کا وقت قریب ہے۔ اسی طرح ہیروٹانی کا زمانہ بھی اس بات کی خبر دے رہا تھا کہ اب اس کے نزع کا وقت قریب آ پہنچا۔ چنانچہ اس کے مرجھانے کے بعد کوئی ایسا

شخص باقی نہ رہا جو اس کی جانشینی کی صلاحیت رکھتا ہو اور ملک کی روز افزوں بد نظمی اور تباہی کا انسداد کر سکے۔ نظمی بڑھتی گئی، اور قرطاجینیوں نے بھی خلاف معاہدہ سرقوسا کے معاملات میں دست اندازی شروع کی۔ اب کوئی وجہ نہ تھی کہ رومی سلطنت بھی اس میں مداخلت نہ کرے۔ چنانچہ اس نے قنصل مرسلوس کو بھیجا تاکہ وہ سرقوسا کی ریاست پر رومی سلطنت کی طرف سے قبضہ کر لے۔ اب سرقوسا کے خاتمہ کا وقت آپہنچا اور باشندگان سرقوسا نے بھی جب تک دم میں دم رہا اپنی آزادی قائم رکھنے کی کوشش کی مگر یہ تمام کوششیں بے کار گئیں اور آخر کار انہیں اپنی آزادی جس کے بچانے کے لیے انہوں نے یوناں اور قرطاجنہ سے مقابلہ کیا تھا اور انہیں سخت شکستیں دی تھیں، رومن قوم کے سپرد کردینی پڑی اور اس طرح پرسسلی کی خود مختاری کا زمانہ ختم ہو گیا اور سارے جزیرہ پر ۲۱۲ قبل مسیح میں بلا شرکت فیرے رومی سلطنت جمہوری ہی کا قبضہ نظر آنے لگا۔

## رومیوں کا اقوام مفتوحہ سے سلوک

وہ عظیم الشان ترقی جس کی بدولت رومیوں نے اپنے سی پہلی گزری ہوئی قوموں کو پس پشت ڈال دیا۔ ان کا کار کھج (قرطاجنہ) مقدونیہ، یونان فرانس و نیز دیگر اس زمانہ کی قوی سے قوی طاقتوں کو مغلوب کرنا اپنی خاص نوآبادیاں بسانا اور وہاں جا کر بسنے والوں کو خاص خاص حقوق کا عطا کرنا جس کے مفید نتائج کو یورپ آج تک تسلیم کرتا بلکہ اس

پر مضبوطی سے عمل کرتا رہا ہے اُن بے نظیر قوانین اور تنظیمات کا مرتب کرنا جو اپنے بنانے والوں کی عالی دماغی کے شاہد ہیں اور جن پر آج سارے یورپ کے انتظامات و قوانین کی بنیاد رکھی گئی ہے "یہ سب باتیں گوئی الواقع نہایت ہی دلکش ہیں مگر رومیوں میں بھی غریبی اور امیری کا مسئلہ تھا، مساوات نہ تھی، غلامی کا رواج عام تھا ان کے ساتھ بے انصافی کی جاتی اور ان پر ظلم توڑے جاتے۔ رومن قوم کا سلوک اپنی مفتوحہ اقوام کے ساتھ مختلف قسم کا رہا ہے اور جو سلوک ایک قوم کے ساتھ کیا گیا ہے اس کو دوسری قوم کے سلوک کے ساتھ ذرا بھی مناسبت نہیں کہیں اس نے مفتوحہ قوم کا بالکل قلع و قمع اور دنیا سے نابود کر دیا، جیسے کارٹیج والوں کے ساتھ کیا گیا اور کہیں انہیں غلام بنا لیا گیا، بعض کو ایک حد تک آزادی دی گئی اور شاذ و نادر کسی قوم کو خود رومن قوم کے حقوق دیدے گئے، غرض کہ اس نے بالکل مختلف طریقے برتے جس کی نسبت ایک مورخ (مصنف تاریخ قدیم) یہ لکھتا ہے "مفتوحہ قوموں کے ساتھ رومیوں کے اس مختلف طور کے طرز عمل کی نسبت پورے پورے وجوہات اب تک درست طور پر معلوم نہیں ہوئے ہیں۔ ظنی طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ جن قوموں نے اُس سے سخت مقابلہ کیا تھا اور اطاعت قبول کر لینے کے بعد پھر بغاوت کی تھی اور اس کے مخالفین سے ساز باز کر لیا تھا اُن سے اُس نے سخت برتاؤ کیا اور اُن کے لیے سخت قوانین مقرر کیے" گو یہ رائے ایک حد تک بہت ہی درست ہے مگر اصل یہ ہے کہ رومن قوم کے مدبر اس امر کو اچھی طرح سے جانتے تھے کہ رومن سلطنت

کا قیام اسی وقت تک رہ سکتا ہے جب تک کہ اقوامِ مفتوحہ ابھرنے نہ پائیں  
 مگر ساتھ ہی رومن قوم سے راضی بھی رہیں۔ اس اصول کو مد نظر رکھ کر اس نے  
 مقتضائے وقت اور قومِ مفتوحہ کے مناسب عمل کیا۔ قرطاجینی چونکہ روم  
 کے سخت دشمن تھے اور اس کے زندہ باقی رہنے سے ہر وقت کا خطرہ لگا  
 رہتا تھا اس لیے وہ بالکل تباہ و برباد کر دیے گئے یونانیوں سے چونکہ اس بات  
 کی تسلی تھی کہ ان کی باہمی رقابتیں انہیں اس قدر ابھرنے ہی نہیں دینگے  
 کہ وہ رومن قوم کے سامنے آئیں لہذا انہیں آزادی دیدی گئی جس سے خود  
 رومیوں کا ذاتی نفع تھا۔ فرانس کی قومیں چونکہ بالکل وحشیانہ حالت میں تھیں  
 لہذا وہ غلام بنالی گئیں۔ عرصہ اس نے انہی اصولوں کو مد نظر رکھ کر  
 جن پر ان کی سلطنت کی زندگی منحصر تھی قومِ مفتوحہ کے ساتھ سلوک کیا  
 اور یہی وجہ رومیوں کی دیرینہ کامیابی کی بھی ہوئی۔

### صقلیہ کی حالت رومن قوم کے زمانہ میں

اب ہم کو صقلیہ کی حالت پر غور کرنا ہے۔ جب معاہدہ کے مطابق  
 قرطاجینیوں نے صقلیہ کو خالی کر دیا اور اس کا انتظام اس طرح پر کر دیا  
 گیا جو پہلے بیان ہو چکا ہے تو اس میں بہت سے رومن نژاد باشندے  
 آکر مقیم ہو گئے جنہیں اپنے پہلے حقوق و امتیازات حاصل رہتے تھے ان  
 لوگوں کی یہاں زمینداریاں قائم ہو گئیں اور اس طرح پر بہت جلد  
 صقلیہ میں ہر طرف رومی ہی رومی نظر آنے لگے۔

## رومن قوم کے غلام اور ان کی حالت

ان رومیوں نے اپنی ماتحت زراعت وغیرہ کے کام ان قابلِ رحم اور مظلوم انسانوں سے لیے جو رومن قوم کے طفیل سے ذلیل طور پر غلام بنا لیے گئے تھے۔ رومن قوم نے اس نفرت انگیز غلامی کے اصول کو پہلی پہل دنیا میں رائج کیا۔ یہی غلامی کا مسئلہ ہے جس پر مسلمانوں کی نسبت یورپ نے بہت کچھ واویلہ مچایا ہے اور بڑے بڑے الزام لگائے ہیں مسلمانوں کی غلامی جس پر غلامی کا اطلاق کیا جاتا ہے ایسی نہیں تھی کیونکہ جس عمدہ حالت میں مسلمانوں کے غلام رہتے تھے اور جس طرح پر وہ بہت جلد غلامی کی قید سے آزاد ہو جاتے۔ اور ان کا وہی رتبہ ہو جاتا تھا جو ان کے مالکوں کا تھا اس کا اعتراف خود یورپ کے محققین بھی کرنے لگے ہیں اور اس کا ثبوت اس سے بہتر اور کیا ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کی تاریخ میں غلامی کی وجہ سے کوئی بغاوت نہیں ہوئی۔ غلامی کی جو خراب تصویر یورپ نے اپنے ذہن میں کھینچ لی ہے کہ غلام وہ ہیں جو زنجیروں میں جکڑے ہوں۔ غذا کی جگہ چاہک کہا ہے ہوں، مکان کے عوض تہ خانوں میں مجبوس ہوں، اتنی بھی ان کی وقعت نہ کی جاتی ہو جو ایک بلی اور کتے کی کی جاتی ہے اور اسی طرح کے وہ سارے تصورات جو نہایت ہی رنگ آمیزوں، حد درجہ کے مشرقی مبالغوں کے ساتھ یورپ کے خیال میں ممکن ہیں یہ تصویر مسلمانوں کی غلامی کی نہیں بلکہ وہ بغیر کسی مبالغہ کے رومن قوم کی غلامی پر صادق آتی ہے جو خود یورپ

کے رہنے والے ہیں اور جن کے قوانین کا ہر وقت راگ گایا جاتا ہے اور ان کے بعد ہر ترقی کرنے والی قوم کو خواہ مخواہ کھینچ تان کر انہی کا مقلد اور ان ہی کے خیالات سے مستفید بتایا جاتا ہے۔ بیشک وہ سائے الزامات جو غلامی کی نسبت ہو سکتے ہیں رومن قوم کی غلامی پر کیے جاسکتے ہیں۔ یہ غریب بالکل حیوانات کی طرح رکھے جاتے تھے اور ان کو کسی قسم کا حق حاصل نہ تھا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس نفرت انگیز و ذلت پار غلامی سے نکلنے کے لیے کوئی ذریعہ رکھا نہیں گیا تھا۔ سارڈینیا اور کورسیکا کی بغاوت فرو کرنے کے بعد وہاں کے باشندوں سے جس قسم کا برتاؤ کیا گیا ایک وحشی سے وحشی قوم بھی اس سے زیادہ نہیں کر سکتی۔ تاریخ کا عیسائی مصنف اس کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔ ”جزیرے لوٹ لیے گئے، جس قدر مال تھا وہ سب چھین لیا گیا، تمام باشندے غلام بنا کر بیچ دیے گئے، جس کی وجہ سے روما میں غلاموں کی اس قدر کثرت ہو گئی تھی کہ وہ ساری چیزوں سے حقیر ترین چیز خیال کیے جاتے تھے۔ چنانچہ یہ مقولہ ضرب المثل ہو گیا تھا ”سارڈینیا سے زیادہ حقیر“ یہی غلامی کا طریقہ تھا جس کی بدولت رومی سلطنت کو آئندہ چل کر بڑی بڑی مشکلات پیش آئیں، ہلمانوں کی تاریخ کے برخلاف رومیوں کی تاریخ میں جو ہر وقت اور ہر مقام پر غلاموں کی شورش و بغاوت کی بیسیوں نظیریں ملتی ہیں اس کی وجہ یہی تھی کہ رومیوں کا طرز عمل غلاموں کے ساتھ نہایت بُرا اور نفرت انگیز تھا۔ چنانچہ صقلیہ میں بھی یہی حالت نظر آئیگی۔



## غلاموں کی پہلی بغاوت صقلیہ میں

جب رومی صقلیہ میں غلاموں سے نفرت انگیز کام نفرت انگیز طریقہ سے لینے لگے اور وہ ہولناک مظالم اُن پر توڑے گئے جن سے تہذیب شرماتی ہے تو اس کا لازمی نتیجہ تھا کہ وہ ایک آتش فشاں مادہ کی صورت میں نمودار ہو۔ چنانچہ ۱۳۱۰ء قبل مسیح میں جبکہ جزیرہ میں غلاموں کی تعداد حد سے بڑھ گئی تو اب اس مادہ کے مشتعل ہونے کا وقت آگیا اور یونس نامی ایک غلام نے جو سوریا در شام سے گرفتار ہو کر آیا تھا اس آتش فشاں مادہ کو چھیڑ دیا اور رومی سلطنت کے برخلاف بغاوت شروع ہو گئی۔ یونس کے اٹھ کھڑے ہونے کی دیر تھی کہ ہزاروں غلام جو مرنے مارنے پر مستعد تھے اور صرف سہارا ڈھونڈ رہے تھے یونس کے جھنڈے نیچے فوراً جمع ہو گئے۔ اور بیان کیا گیا ہے کہ ان غلاموں کی تعداد تقریباً دو لاکھ تھی جو بلاشبہ درست ہوگی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یونس نے اپنی کامیابی کی غرض سے نبوت کا بھی دعویٰ کیا تھا جو کچھ ہو یہ خوفناک بغاوت کچھ اس زور سے مشتعل ہوئی کہ رومی سلطنت کو بھی بہت کچھ اپنی طاقت اس کے فرو کرنے میں صرف کرنی پڑی۔ سب سے پہلے ایک رومی قوادعداں فوج بھیجی گئی مگر ان غلاموں نے جو زندگی سے بیزار تھے کچھ ایسی بہادری دکھائی کہ رومیوں کے چھکے چھوٹ گئے اور رومی سلطنت کو اور بہت سی فوج بھیجنی پڑی۔ جب غلاموں نے اس نئی مدد کو آئی ہوئی فوج کو بھی مشکل میں ڈال دیا تو پھر تیسری دفعہ بہت ہی جرار فوج

روما سے روانہ ہوئی، اس دفعہ کسی قدر رومیوں نے کامیابی حاصل کی اور  
دس ہزار کے قریب غلام رومیوں کی تہذیب و تمدن پر قربان ہو گئے۔ مگر غلاموں  
کی پرجوش طاقتیں ابھی سرد نہیں ہوئی تھیں۔ اب چوتھی دفعہ رومی سلطنت کا  
مشہور جنرل روپلیوس بھیجا گیا جس نے حد درجہ کی خونریزی کے بعد فتح  
حاصل کی۔ غلاموں کی ثابت قدمی کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ جب  
تک دو لاکھ غلاموں کی جماعت میں سے پورے ایک لاکھ نوے ہزار کی  
قربانی نہ ہو چکی اس وقت تک مقابلہ سے منہ نہ موڑا، اور آخر کار جب  
رومیوں کی جابر فوج کے سامنے ان کے قدم نہ جم سکے تو مجبور ہو کر ہار و  
میں بھاگ گئے۔ سینچے ہوئے ایک ہزار غلام بھی آخر اس دنیا سے جس میں  
اب ان کے لیے کوئی آسائش باقی نہ رہی تھی رخصت کر دیے گئے۔ اور اس  
طرح سخت سے سخت خونریزیوں کے بعد جس میں دو لاکھ غلام رومیوں کی  
تین ستم سے موت کے گھاٹے اتار دیے گئے غلاموں کی طرف سے بغاوت  
بغاوت فرو ہو سکی اور اس طرح سے رومی سلطنت کو پہلی پہل مضبوط اور  
سچے قانون قدرت کے توڑنے کا ثمرہ دیکھنا پڑا۔ مگر کیا اسی قدر سزا اس  
کو بھگتنی پڑی؟ نہیں بلکہ بہت ہی جلد اس کو اس سے بھی زیادہ سخت آفت  
میں مبتلا ہونا تھا۔

## غلاموں کی دوسری بغاوت صقلیہ میں

گذشتہ بغاوت فرو کرنے کے وقت ان چند رومیوں کو بھی جنہوں نے

غلاموں کی تائید کی تھی تغزیراً غلام بنایا گیا تھا۔ اور جب سنٹ رومیوں کی پارلیمنٹ نے ان کا مرفعہ نامنظور کر دیا تو اس کا نتیجہ یہی ہوا (جو ہونا چاہیے تھا) کہ انہوں نے بغاوت کر دی اور اس طرح اٹلی سے بہت جلد صقلیہ میں یہ بغاوت پھیل گئی، اس دفعہ ان کے سپہ سالار ڈیوٹسخص تھے۔ ایک تو اٹینیوں تھا جس نے یونس کی طرح عام طور پر لوگوں کو اپنا معتقد بنانے اور کامیابی حاصل کرنے کے لیے وحی آنے کا دعویٰ کیا اور یہ ظاہر کیا تھا کہ مجھے الہام ہو چکا ہے جس سے ضرور مجھے سلطنت مل کرے گی۔ دوسرا سپہ سالار ترفیون تھا جو شام کا رہنے والا تھا۔

اب کی دفعہ ان کی بغاوت پہلی بغاوت سے زیادہ سخت تھی اور خیرہ کے ایک بڑے حصہ پر ان کا قبضہ بھی ہو گیا، اور انہوں نے غلہ اور میوہ جات کو جس کی پیداوار کے لیے صقلیہ اُس زمانے میں بہت ہی مشہور تھی باہر لیجانا موقوف کر دیا۔ رومی سلطنت کے لیے یہ بہت ہی نازک وقت تھا خود رومیوں میں خاصہ اور عامہ کے دو فرقے ہو گئے تھے اس سے پہلے رومیوں میں فقیروں کی بغاوت ہو چکی تھی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وحشی قوموں سے سخت مقابلہ اس کو درپیش تھا۔ با ایں ہمہ اُس نے بغاوت فرو کرنے کے لیے ۱۰۳۰ء قبل مسیح میں چوڑا ہزار فوج بھیجی اس فوج کو کبھی وہی پہلی بغاوت کی سی حالت پیش آئی اور بالآخر ۹۹۹ء قبل مسیح میں متعدد فوجوں کے ناکام رہنے اور پانچ سال کی متواتر خونریزیوں کے بعد جب مارکیوس رومیوں کا مشہور جنرل جس نے وحشی اقوام کو شکست دی تھی اور رومیوں کی حالت

کو سنبھال لیا تھا اس بغاوت کے فرو کرنے کے لیے بھیجا گیا، تو اس بغاوت کا خاتمہ ہوا۔ اس بغاوت کے بعد پھر کوئی بغاوت صقلیہ میں نہیں ہوئی۔ اور اس طرح صقلیہ اب بغیر کسی خرخشہ کے ایک رومن کالونی (نوآبادی) تھی جس کو زراعت کے لحاظ سے ایک عمدہ رتبہ حاصل تھا، اور یہی حالت اس وقت تک قائم رہی جب تک کہ رومن قوم کا ستارہ غروب نہ ہو گیا۔ وہ تمام واقعات جو رومن سلطنت پر گزرے یعنی جمہوری سلطنت کا شاہنشاہی ہو جانا، اس کا دارالسلطنت روما سے قسطنطنیہ کو بدل جانا عیسوی مذہب قبول کرنا۔ یہ سب تفصیلات ہمارے مضمون سے خارج ہیں مگر سلسلہ بیان کے لحاظ سے ایک اجمالی خاکہ کھینچ دینا ضروری ہے۔

## رومن سلطنت کی بربادی

سال قبل مسیح میں وہ مشہور شخص سیرز پیدا ہوا جس نے آخر کار رومن جمہوری سلطنت کے عوض رومن شاہنشاہی کی بنیاد ڈالی اور اس کے مارڈا لے جانے کے بعد جو کچھ کسراس میں باقی رہ گئی تھی اس کو اغسطس نے پورا کر دیا اور اس طرح رومن شاہنشاہی قائم ہو گئی۔ مگر بہت جلد اس میں زوال آنا شروع ہو گیا تھا جس کی اصلاح قسطنطین نے سال ۳۱۳ء میں کی اس شاہنشاہ نے عیسوی مذہب قبول کیا اور اس طرح ایک عظیم الشان تغیر رومیوں کی حالت میں پیدا ہو گیا اسی نے روما کے عوض قسطنطنیہ کو جو اسی کا بسایا ہوا تھا بلحاظ موقع کے عمدہ ہونے کے دارالسلطنت بنایا۔ قاعدے کے مطابق اب پھر زوال آنا شروع

ہو گیا تھا مگر تھیوڈوشیس کی سرگرمی و مستعدی سے جو ۳۷۶ء میں تخت نشین ہوا چند روز کے لیے پھر حالت سنبھل گئی تھیوڈوشیس کے اس خیال سے کہ ایسی عظیم الشان سلطنت کے لیے ایک شہنشاہ کافی نہیں ہو سکتا اور ایک شخص واحد سے پوری نگرانی نہیں ہو سکتی رومن سلطنت کے دو ٹکڑے کر دیے۔ ایک مملکت شرقیہ جس کا مستقر قسطنطنیہ تھا۔ اس پر اس نے اپنے لڑکے ارکا دیوس کو والی بنایا اور دوسری مملکت مغربی جس کا دار السلطنت روم قرار دیا گیا اور اس کی عنان حکومت اپنے دوسرے لڑکے ہینورس کو دی۔ مگر اس تقسیم سے اس عظیم الشان انحطاط کا جواب دن بدن ہو رہا تھا کچھ بھی اندازہ ہوا بلکہ اس سے اور بھی جلد جلد تنزل ہونے لگا اقوام وحشیہ کو جو اپنے متواتر حملوں سے رومن سلطنت کی بڑی پسلی توڑ رہے تھے اپنے مقاصد میں اور زیادہ کامیابی ہو گئی بشرقیہ مملکت تو خیر جو تیس سنبھلی رہی، مگر مغربی سلطنت کا بہت ہی جلد یعنی تھیوڈوشیس کے مرنے کے اکیاسی سال بعد اس سبب سے کہ وحشی اقوام کے پے درپے حملوں کے باعث سلطنت دن بدن ضعیف ہو رہی تھی خاتمہ ہو گیا اور وحشی اقوام نے دیکھیک اسی طرح جیسا کہ تاتاری سیلاب نے بغداد کی اسلامی خلافت کو دنیا سے ناپید کر دیا۔ ۳۷۶ء میں اس رومن سلطنت کو بھی جس نے نہایت حیرت انگیز اور عظیم الشان ترقی کی تھی اسی فنا کے تاریک غار میں ڈھکیل دیا جس میں اس نے اپنے عروج اور اقبال کے دور میں بیسیوں بڑی بڑی سلطنتیں غارت کی تھیں۔

۱۷ تاریخ سسلی صفحہ ۶۱۔

اہلِ صقلیہ پر رومیوں کے زوال کا یہ اثر پڑا کہ وہ بھی مضحمل ہو گئے اور ان پر  
 گاتھاک قوم نے حملہ کیا مگر حملہ آور مغربی گال کا فرما نرو ایلیدک نٹائنہ میں مر گیا تو  
 یٹوانکس کے قبضہ میں آ گیا۔ غرض کہ صقلیہ گاتھاک حکومت کا ایک جز بن گیا،  
 پھر رومیوں نے ۶۵۳ء میں صقلیہ پر حملہ کیا اور ۶۵۵ء میں گاتھاک اقتدار صقلیہ  
 سے اٹھ گیا اور ان کے زمانہ میں عرب و روم کی معرکہ آرائی شروع ہو گئی اسی  
 سلسلہ میں ۶۶۵ء میں شہنشاہ قسطنطین دوم صقلیہ آیا اور ۶۶۸ء میں غسلیانہ  
 میں قتل کر دیا گیا۔ اس کی وفات پر اس کا بیٹا مریس صقلیہ کا بادشاہ بنا،  
 مگر اس کے بھائی قسطنطین چہارم نے حکومت چھین لی اور صقلیہ کا بادشاہ بن  
 گیا۔ اسی زمانہ میں عرب حملہ آور ہوئے جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

## عربوں کی بلغار صقلیہ پر

افریقہ کے بڑے حصہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو چکا تو افریقہ کے بقیہ حصہ اور ارد گرد کے جزائر پر مسلمانوں نے توجہ کی۔ جزیرہ صقلیہ کی ان دنوں بڑی اہمیت تھی۔ یہاں کے لوگوں نے عموماً افریقہ کے مقبوضات پر حملہ کر کے مسلمانوں کو پریشان کرنے کے لیے اس جزیرہ کو اپنی جنگی چھاؤنی بنا لیا تھا۔ حکومت بیزنطینی کا صقلیہ پر کامل اقتدار تھا۔ شام اور مصر زیر نگین اسلام ہوئے تو مفروز عیسائی صقلیہ میں جا کر پناہ گزین ہوئے۔ ۱۹۰ء میں قیساریہ کو مسلمانوں نے فتح کر لیا تو یہاں کا رومی گورنر بھاگ کر صقلیہ میں پناہ گیر ہوا۔

۵۳۱ء میں مسلمانوں کی پیشقدمی کے جواب میں قیصر روم قسطنطین دوم (۲۲-۴۸ء) عظیم الشان بیڑے کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوا، مگر مسلمانوں کے مقابلے سے ہزیمت کھا کر قسطنطینیہ واپس جاتے ہوئے صقلیہ پہنچا اور یہاں قیام کر کے شام، مصر اور افریقہ کے اسلامی مقبوضات میں بغاوت کرنے اور ان علاقوں پر حملہ کرنے کے لیے اہل صقلیہ کو آمادہ کرنے میں مصروف ہو گیا، کیونکہ یہی بیزنطینی مقبوضہ اسلامی ملکوں سے بہت نزدیک تھا یہیں سے خفیہ ریشہ دوانتیاں کی جایا کرتی تھیں۔

امیر معاویہؓ شام کے گورنر تھے ان کو پہلی پہلی یہ خیال آیا کہ اس جزیرہ

کو زیرِ اسلام لانے کے بعد سے رومیوں کی آئے دن کی خلفشار اور ظالمانہ ڈاکہ زنی سے مقبوضاتِ اسلامی کو نجات حاصل ہو جائیگی۔ چنانچہ خلیفہ وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اجازت حاصل کر کے امیر معاویہ نے ۳۳ھ میں ایک جنگی بیڑا جس میں تین سو جہاز تھے صقلیہ بھیجا۔ گورنر صقلیہ نے والی قیساریہ سے مشورہ طلب کیا۔ اس نے عربوں کی شجاعت اور مردانگی سے اس کو آگاہ کیا اور کہا کہ ان عربوں کو کچھ دے دلا کر رخصت کر دو تو جان بچ جائیگی مگر گورنر کو اپنی طاقت پر گھمنڈ تھا، وہ مسلمانوں سے مقابلہ کے لیے تیار ہو گیا۔ اتمامِ حجت کے لیے اسلامی نمائندہ اولاً گورنر نے جو سفیر اسلامی امیر البحر کے پاس بھیجا تھا، اس کے ساتھ روانہ کیا اس نے اپنے عمومی مطالبہ کو پیش کیا:

”تم لوگ دینِ اسلام قبول کرو اور ہماری ذمہ داری میں آ جاؤ اور اس کے معاوضہ میں جزیرہ دیا کرو جیسا کہ ذمّی ممالک میں لیا جاتا ہے، ورنہ پھر آخری فیصلہ تلوار سے ہوگا“

گورنر صقلیہ نے جواباً کہا کہ صقلیہ روم کے شہر نہیں جو آسانی سے تمہارے قبضہ میں آگے، صقلیہ ایک محفوظ اور مامون قلعہ ہے اور ہمارے پاس بڑی فوج تربیت یافتہ ہے، اس کو اگر دیکھو گے تو پشیمان ہو کر چلے جاؤ گے اور بحر روم کے عبور کی زحمت کا افسوس کرو گے۔ اور تبدیلِ مذہب کے متعلق کیا خام خیالی ہے اور جزیرہ تم کو خود ادا کرنا چاہیے کہ تم تم پر حملہ نہ کریں اتنے میں ایک بطریق ننگی تلوار لے کر اسلامی فوج کے سامنے نکلا اور دعوتِ مبارزت



دی، ایک نو مسلم مقابلہ کے لیے نکلا اور حشیم زدن میں بطریق کے سر کو لیکر اپنی جگہ چلا گیا۔ گورنر نے یہ رنگ دیکھا تو پوچھا کیا یہ جوان عرب ہے، جواب ملا نہیں یہ افریقہ کا ایک معمولی باشندہ ہے، جو دائرہ اسلام میں داخل ہو چکا ہے اور اس کی مردانگی قبول اسلام کا ایک معمولی کرشمہ ہے۔ گورنر سمیت زدہ ہو گیا اور محل کو لوٹ گیا۔ مگر مسلمانوں نے عام حملہ کا انتظام کیا۔ مقابلہ رومی فوج صفت آیا ہو گئی کابل جنگ بچتے ہی جنگی مقابلہ شروع ہو گیا ہر دو طرف سے داد شجاعت کے جوہر دکھائے گئے۔ ایک عرصہ تک معرکہ آرائی رہی گورنر نے قسطنطنیہ سے امداد طلب کی وہاں سے چھ سو جنگی جہازوں کا بیڑا اہل صقلیہ کی حفاظت کے لیے روانہ ہوا، اسلامی فوج نے مال غنیمت کافی جمع کر لیا تھا ادھر افریقہ، مصر و شام سے کسی امداد کی فوری توقع نہ تھی، انہوں نے راتوں رات ساحل صقلیہ کو خیر باد کہا امیر لشکر مود قیدیوں اور مال غنیمت کے خیریت سے دمشق پہنچ گیا اور امیر معاویہ سے مفصل حالات بیان کیے، انہوں نے تمام تفصیلی حالات حضرت عثمان کی خدمت میں تحریر کر دیے۔ حضرت عثمان نے امیر لشکر کے اس طرز عمل کو پسند فرمایا۔

اس واقعہ کے بعد مدینہ میں فتنہ اٹھ کھڑا ہوا اور خانہ جنگی شروع ہو گئی امیر شام ظیفہ وقت حضرت علی کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور رومیوں سے صلح کر لی، مگر رومیوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر صقلیہ کو مضبوط کر لیا اور اس کو مستقل فوجی چھاؤنی بنا لیا۔

حضرت علیؑ ایک خارجی کے ہاتھوں زخمی ہو کر واصل بحق ہوئے اور حضرت حسن خلیفہ منتخب ہوئے مگر انہوں نے امیر معاویہ کے حق میں خلع خلافت فرمایا اور امیر معاویہ کل ممالک اسلامی کے بادشاہ بن گئے تو ان کے والی افریقہ نے پھر صقلیہ کی تسخیر کی طرف توجہ کی والی افریقہ امیر معاویہ کی طرف سے معاویہ بن خدیج الکندی تھے انہوں نے ۴۶ھ میں عبداللہ بن قیس کی سرکردگی میں دو سو جنگی جہاز کا بیڑہ صقلیہ روانہ کیا۔

عبداللہ مذکور کو بحر روم کی جنگوں کا تجربہ کافی تھا چنانچہ صقلیہ پر حملہ کیا باوجودیکہ قسطنطین بذات خود صقلیہ میں تھا مگر ابن قیس نے نمایاں کامیابی حاصل کی اور کثیر مال غنیمت کے ساتھ افریقہ لوٹ آئے اور غنیمت کا پانچواں حصہ حکومت کے بیت المال کے لیے امیر معاویہ کے پاس بھیج دیا۔ زر و جواہر کافی تھا، مرصع سونے چاندی کے محسمے بھی تھے۔ امیر نے ان کو فروخت کرنے کے لیے ہندوستان بھیج دیا۔ باوجودیکہ مسلمانوں نے اختلاف کیا مگر انہوں نے کوئی شنوائی نہ کی۔

امیر معاویہ کے بعد یزید ان کا جانشین ہوا جس کے ظلم و ستم کی تصویر کربلا کے واقعات میں پوری طرح نظر آتی ہے۔ اس کے بعد واقعہ حرہ میں کئی سو صحابہ کا قتل، آخرش موت کے شکنجہ نے اس کے ظلم و عدوان کا خاتمہ کیا۔ اس کا بیٹا جانشین ہوا، وہ چالیس یوم بادشاہ رہ کر واصل بحق ہوا تو مروان بن حکم جو حضرت عثمان کا چچا زاد بھائی اور ان کا میرٹھی تھا جس کی بدولت

حضرت عثمانؓ کو باغیوں نے شہید کیا۔ اس نے شام پہنچ کر اپنی بیعت لی اور سربر آئے حکومت اسلامیہ ہو گیا، اس کے مرنے کے بعد عبدالملک تحت نشین ہوا اس کے زمانہ میں افریقہ میں باغیوں کے ہاتھ سے عقبہ بن نافع شہید ہوئے تو ان کی سرکوبی کے لیے زہیر بن قیس بلوی کو ۶۲ھ میں افریقہ کی ولایت پر بھیجا برفقہ میں قیام کیا پھر قیروان مویشکر روانہ ہوا اور کانیا حاصل کی۔ ۶۹ھ میں مصر لوٹے، شاہ قسطنطینیہ کا رومی لشکر صقلیہ سے برفقہ آیا اور اس کو تاراج کر ڈالا۔ زہیر بھی رومیوں میں گھر گئے اور وہ ساتھیوں کے شہید ہوئے۔ عبدالملک کو معلوم ہوا تو اس نے حسان بن نعمان کو والی مقرر کیا اور چالیس ہزار سپاہی اور مصر کی کئی کئی اس کے ہاتھ میں دیدی اور ہزار ہا کے کارخانے قائم کرنے کا حکم دیا۔ حسان نے افریقہ آکر یہاں کے حالات کا جائزہ لیا۔ حکومت قرطاجنہ کا وجود اسلامی مملکت کے لیے سخت خطرہ تھا۔ اس وقت شمالی افریقہ میں سب سے بڑی طاقت یہی تھی۔ حکومت بیزنطینی قسطنطینیہ کی طرف سے قرطاجہ پر گورنر ہا کرتا تھا۔ چنانچہ حسان نے اس حکومت کا ایک معرکہ میں خاتمہ کر دیا۔ یہاں کے لوگ حسان سے اجازت لے کر صقلیہ اور اندلس چلے گئے۔ اس فتح کا نتیجہ یہ ہوا کہ بربری زیر علم اسلامی آگئے اور ان کو عربوں کے مساوی حقوق عطا ہوئے۔ قرطاجنہ کی جنگ میں صقلیہ نے نمایاں حصہ لیا تھا اب ضرورت اشد تھی کہ ان کی معقول گوشمالی کی جائے چنانچہ ٹیونس میں دارالصناعہ قائم کیا گیا، جہاں جہاز تیار ہونے اور آلات حربہ

بننے لگے۔ قرطاجنہ کے زوال کے بعد فریقہ کی اسلامی حکومت مضبوط ہو گئی  
 اب حسان کا دور ولایت ختم ہو گیا وہ دمشق چلا گیا۔ فاتح یورپ موسیٰ بن نصیر  
 لخمی والی افریقہ مقرر ہوا۔ موسیٰ نے عنان حکومت سنبھالتے ہی کارخانہ جہاز  
 سازی کی طرف زیادہ توجہ کی ۸۴ھ میں کثیر التعداد جنگی جہاز تیار ہو گئے  
 تو موسیٰ نے ۸۵ھ میں ایک اسلامی بیڑا اپنے لڑکے عبداللہ کی سرکردگی  
 میں صقلیہ روانہ کیا جو ساحلی شہر کوتاراج کر کے واپس آ گیا۔ چند ماہ بعد  
 ۸۶ھ میں عباس بن اخیل نے صقلیہ پر حملہ کیا۔ سرفوسہ پر معرکہ آرائی ہوئی  
 بعد کامیابی مال غنیمت لے کر ابن اخیل واپس چلا آیا۔ موسیٰ معزول کیے گئے  
 یزید بن ابی مسلم کا تب حجاج ثقفی والی مقرر ہوا اس نے ۱۰۲ھ میں محمد بن  
 اوس انصاری کی قیادت میں جنگی بیڑا روانہ کیا۔ اہل صقلیہ سے معمولی جھڑپیں  
 ہوئیں۔ یہاں والی قتل کر دیا گیا اس لیے محمد بن اوس واپس آ گیا اور زمام  
 حکومت کو سنبھالا۔ کچھ عرصہ میں بشیر بن صفوان کلبی والی ہو کر آیا اس نے  
 ۱۰۳ھ میں صقلیہ کی مہم خود ہاتھ میں لی ۱۰۴ھ میں بذات خود صقلیہ پر حملہ  
 آور ہوا، اور کثیر مال غنیمت لے کر قیروان واپس آ گیا۔ غرض کہ جو والی افریقہ  
 کا مقرر ہوتا تھا اس کی طرف سے حملہ ہوتا۔ آخر میں ہشام بن عبدالملک کا زمانہ  
 آیا، اس نے بحر روم کی طرف توجہ کی اور یہاں کے جزائر پر حملہ آوری کے لیے  
 ایک تجربہ کار قائد عبدالملک بن قطن کو مامور کیا وہ افریقہ آیا اور ۱۱۲ھ میں صقلیہ  
 روانہ ہوا مگر ساحلی مقامات کوتاراج کر کے لوٹ آیا۔ ۱۱۵ھ میں بکر بن سوید بیڑہ

لے کر صقلیہ گیا اور ناکام واپس لوٹا۔ بلاشبہ میں عبیدہ بن عبدالرحمن کے بچے عبید اللہ بن الحجاب عمدہ ولایت پر سرفراز ہوا، اس نے دارالصنائع ٹیونس پر توجہ کی۔ کثیر التعداد جنگی جہازوں کا بیڑہ تیار کر کے اسی سنہ میں صقلیہ روانہ کیا۔ یہ شکر راہ میں تھا کہ رومی بیڑے سے مقابلہ پڑ گیا۔ رومیوں کو منہ کی کھائی پڑی۔ عبید اللہ نے مشہور قاصد حبیب بن ابی عبیدہ جو عقبہ بن نافع فری کے خاندان کا تھا اس کی سرکردگی میں لشکر جبار صقلیہ روانہ کیا۔ حبیب کا لڑکا عبدالرحمن بصری فوج کے ساتھ ۱۲۲ھ میں صقلیہ کے دارالحکومت سرقوسہ پر حملہ آور ہوا اور اس کو فتح کر لیا۔ اہل صقلیہ نے صلح کر لی اور جزیرہ دینے کے لیے آمادہ ہو گئے۔ حبیب نے آگے بڑھنا چاہا مگر افریقہ میں بغاوت رونما ہوئی تو ابن الحجاب نے حبیب کو بلا لیا پھر بھی بغاوت فرو نہ ہوئی تو ۱۲۳ھ میں حنظلہ بن صفوان الکلبی ولایت افریقہ پر مامور ہوا۔ ادھر اموی حکمرانی آخری دور سے گذر رہی تھی، ابو مسلم خراسانی نے بنی عباس کی حکومت کے لیے راستہ صاف کر دیا تھا۔ اس زمانہ میں فاتح سرقوسہ عبدالرحمن بن حبیب بن ابی عبیدہ نے افریقہ پر چڑھائی کر دی اور ابن صفوان کو معزول کر کے خود مختار حکمران بن گیا۔ سفاح نے کوفہ میں اپنی خلافت کا اعلان کیا تو اس نے بھی اطاعت قبول کر لی اور سفاح کا نام خطبہ میں پڑھا جانے لگا۔ اس کے ساتھ ہی تمام افریقہ پر غلبہ حاصل کر کے توجہ صقلیہ کی طرف منعطف کی، جزیرہ ایک عرصہ سے وصول نہیں ہوا تھا اس لیے اس نے حملہ کر دیا اور مال

غنیمت وافر لے کر واپس آیا اور ادا کے جزیرہ کے لیے نیا معاہدہ کر آیا۔ پھر  
 ۱۳۵ھ میں عبدالرحمن نے سروانہ پر حملہ کیا اور جزیرہ کی ادائیگی پر مصالحت  
 ہو گئی۔

منصور عباسی سفاح کے بعد سر آریکے خلافت ہوا۔ اس نے عبدالرحمن  
 کو بدستور ولایتِ افریقہ پر قائم رکھا۔ مگر کچھ شکر زنجی ہو گئی عبدالرحمن نے خود مختاری  
 کا اعلان کر دیا ۱۳۷ھ تک اس کے خاندان میں حکمرانی رہی ۱۳۳ھ میں محمد بن  
 اشعث خزاعی افریقہ آیا، اس نے افریقہ کی ولایت اپنے قبضہ میں کی مگر ۱۳۷ھ  
 میں دمشق واپس ہونا پڑا۔ عیسیٰ بن موسیٰ الخراسانی نے ولایت اپنے ہاتھ  
 میں لی اس کے بعد ربیع الاول ۱۳۸ھ میں اغلب التیمی ولایتِ افریقہ  
 پر بجانب خلیفہ والی مقرر ہوا، مگر بغاوت کو فرو کرتے ہوئے میدانِ جنگ  
 میں کام آیا۔ اغلب کے خاندان نے یہیں اقامت اختیار کی شاہ دمشق  
 اموی کی طرف سے آلِ اغلب کو یہاں کی حکومت سپرد ہوئی ۱۵۱ھ سے  
 ۱۸۳ھ تک اس خاندان سے سات ولایت مقرر ہوئے آخر والی محمد بن مقاتل  
 الکی تھا، اس کے ایک باغی سردار تمام بن تمیم التیمی نے قیروان پر قبضہ  
 کر لیا ابن مقاتل نے اس کی امارت قبول کر لی نتیجہ یہ ہوا کہ پورے افریقہ  
 میں ابتری پھیل گئی اس زمانہ میں اغلب کا بڑا لڑکا ابراہیم جوزاب کا  
 حاکم تھا وہ فوج لے کر قیروان پر حملہ آور ہوا اور قبضہ کر لیا اور پھر پورے  
 صوبہ کو زیر نگین کیا اور محمد بن مقاتل کو زمامِ حکومت سپرد کی اس کی انانی

۱۔ ابن اثیر ج ۵۔ ص ۳۲۹۔ ابن خلدون ج ۲ ص ۱۴۰

اور فرزانگی سے تمام افریقہ میں امن و امان قائم ہو گیا، مگر کچھ عرصہ بعد ولایت ابن مقاتل سے سنبھل نہ سکی تو بارگاہِ خلافت نے اس کو طلب کر لیا اس وقت سرپرارائے خلافت خلیفہ ہارون الرشید عباسی نے ۱۸۳ھ میں ابراہیم بن اغلب کے حسن خدمات کے صلہ میں افریقہ کی زمام حکومت اس کو عطا کی۔ ابراہیم نے ملکی نظم و نسق سنبھالا اور کچھ عرصہ میں افریقہ کے کل اسلامی علاقہ کی حالت بہتر بن ہو گئی اور اس نے سالانہ چالیس ہزار دینار خلیفہ کی خدمت میں بھیجنے شروع کر دیے۔ ابراہیم کی دانائی اور خوش تدبیری نے مستقل اور خود مختار حکمران کی صورت اختیار کی۔ ۱۹۶ھ میں اس نے وفات پائی اور اس کا جانشین ابوالعباس عبداللہ بن ابراہیم ہوا۔ خلافت عباسیہ نے ابراہیم کی خدماتِ جلیلہ کے صلہ میں افریقہ کی حکمرانی اس کے خاندان میں موروثی قرار دیدی۔ عبداللہ عنانِ حکومت ہاتھ میں لے کر حکومت کے نظم و نسق میں لگ گیا۔ اہل صقلیہ نے دس برس کے لیے صلح کا معاہدہ اس سے کیا مگر ابوالعباس کی زندگی نے وفات کی ۲۰ھ میں راہی ملک بچا ہو گیا، اس کے بعد اسکا بہائی زیادہ اللہ بن ابراہیم سرپرارائے حکومت افریقہ ہوا۔ یہ نہایت بیدار و فہم فرما نروا تھا اس نے تمام اندرونی بغاوتوں کا استیصال کر کے بحری طاقت بڑھانے کی طرف توجہ کی، کچھ عرصہ میں عظیم الشان بیڑہ تیار ہو گیا۔ صقلیہ کے عیسائیوں نے معاہدہ شکنی پر کمر باندھی اور ۲۱۰ھ میں میکائل دوم شہنشاہِ قسطنطنیہ نے ان کی معاونت کے لیے ایک شہر النفس بطریق کو گورنر بنا کر صقلیہ بھیجا اس نے کتے ہی جنگی بیڑہ مرتب کیا اور صقلیہ کے ایک تجربہ کار

فیہی نامی کی سرکردگی میں افریقیہ کے ساحلی مقامات کو غارت کرنے کے لیے  
 بھیجا اس نے ایک مدت تک ڈاکہ زنی اختیار کی اور اسلامی جہازوں پر بھی  
 چھاپے مارنے لگا۔ مسافروں کو قتل کر دیتا یا ان کو صقلیہ لے جا کر فروخت  
 کر دیتا۔ اس زمانہ میں یزید بن محمد بھی جو افریقیہ کے جید عالم اور محدث تھے  
 ۲۱۳ھ میں افریقیہ سے شہر مصیصہ کی طرف ایک لشکر کے ساتھ جا رہے تھے  
 صقلیہ کے رومی بیڑے نکل پڑے اور ان جہازوں پر حملہ آور ہوئے۔ مسافر  
 فوج کا مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے ان میں یزید بن محمد بھی تھے۔ ان کا خون  
 ناحق رنگ لائے بغیر نہ رہا۔ امیر البحر فیہی جو سواحل پر تاخت تاراج کر رہا تھا  
 وہ ایک نوجوان نین کو اڑا لایا تھا، میکائل نے حکم دیدیا کہ اس کو قتل کر دیا جائے  
 فیہی کو خبر لگی وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر صقلیہ پر حملہ آور ہو کر اس پر متصرف ہو  
 گیا اور شاہ صقلیہ لقب اختیار کیا میکائل کے اشارہ سے گورنر بلاط نامی نے  
 عظیم الشان لشکر کے ساتھ فیہی پر حملہ کر دیا، دوسری طرف سے اس کے چچازاد  
 بھائی نے جو بلرم کا گورنر تھا، اگھیرا۔ سر قوسہ پر خونریز جنگ ہوئی فیہی شکست  
 کھا گیا اور راہ فرار اختیار کی اور افریقیہ چلا آیا اور قیروان پہنچ کر زیادہ اللہ کی  
 خدمت میں حاضر ہوا اور کھلی پیشقدمی کی معافی چاہی اور پھر صقلیہ کے تمام  
 حالات گوش گزار کیے اور اسلامی فوج کشی کی خواہش ظاہر کی زیادہ اللہ نے  
 فرمایا اکابر و اعیان سلطنت کے مشورہ کے بعد جواب دیا جائیگا۔ چنانچہ اس نے  
 اپنے ارباب صل و عقد سے گفتگو کی۔ اور خود اس کے سامنے اہل صقلیہ کی  
 خود سری کے واقعات تھے اور معاہدہ کے خلاف عمل تھا آخر میں یہ طے ہوا



کہ قاضی القضاة اسد بن فرات کی جو رائے ہو وہ فائق ہے۔ ایک گروہ فقہاء معاہدہ کا مؤید تھا اسد بن فرات کی دلیل یہ تھی کہ میعاد ختم ہو گئی ہے اور اہل صقلیہ نے تمام شرائط صلح کو نظر انداز کیا لہذا ان پر حملہ کرنا چاہیے۔ قیروان کے اعیان و امرا اور اکثر فقہا نے قاضی اسد کی تائید کی۔ اس کے بعد سے زیادہ اللہ نے جنگ کی تیاری شروع کر دی، اور فہمی کو کہلا بھیجا کہ سو سے میں اسلامی بیڑے کا انتظار کرے۔ صقلیہ سے جو سفیر آئے تھے ان کو جواب صاف دے دیا گیا جب بحری لشکر کا انتظام ہو چکا اور مجاہدین مسرفروشی کے لیے جوق جوق فوج میں شریک ہونے لگے تو سپہ سالاری کے انتخاب کا مسئلہ سامنے آیا، زیادہ اللہ کی نظر انتخاب قاضی القضاة ابو عبد اللہ اسد بن فرات بن سنان پڑی، عہدین سلطنت نے بھی زیادہ اللہ کی رائے کی تائید کی۔ جب قاضی اسد کو اپنے عہدہ امارت (امیر البحر) کی خبر لگی تو انہوں نے یہ عہدہ ناپسند کیا اور منصب قضا کو چھوڑنا نہیں چاہا اور زیادہ اللہ سے مل کر فرمایا کہ دینی منصب مجھ کو جدا کر کے فوج کی قیادت دی جاتی ہے۔ اس پر زیادہ اللہ نے کہا، قاضی صاحب آپ کے قاضی کے عہدہ پر قائم و برقرار رکھ کر لشکر کی امارت سپرد کرتا ہوں جو قضا سے زیادہ اونچا ہے۔ آئندہ سے آپ قاضی امیر کے نام سے مخاطب کیے جائیں گے۔ اس کے بعد زیادہ اللہ نے عہدہ امارت فوج و منصب قضا کی سند لکھ کر قاضی اسد کو حوالہ کی۔ قاضی صاحب سند لے کر مکان واپس آئے اور صقلیہ کی روانگی کا انتظام کرنے لگے۔ علمائے قیروان بھی قاضی صاحب کی ہمراہی کا شرف حاصل کرنے کے لیے

فوج میں شریک ہو گئے۔

زیادۃ اللہ نے افریقہ کے ساحلی شہر سوسہ کی طرف لشکر کی روانگی کا حکم دیا اور اعلان کر دیا گیا کہ تمام ارکان سلطنت اور عمائد شہر اور رباب علم و فضل بلکہ قیروان کا ہر شخص امیر فوج قاضی اسد کی مشایعت کے لیے لشکرِ اسلامی کے ہمراہ سوسہ تک پہنچے غرضکہ یہ عظیم الشان لشکر بڑے ساز و سامان سے قیروان سے سوسہ روانہ ہوا، اہل علم کی ایک بڑی جماعت فوج کے ساتھ تھی۔ اہل قیروان بڑے جوش و خروش کا مظاہرہ اس موقع پر کر رہے تھے۔ غرضکہ یہ لشکر جی جی سوسہ پہنچا، جہاز تیار تھے۔ مجاہدین اس میں سوار ہوئے اور پھر رے کھول دیے گئے۔ دس ہزار سربکف جانباز مجاہدین عرشہ جہاز پر کھڑے اپنی آبدار تلواروں کو جوشِ شجاعت میں بازو جنبش دیتے تھے

## قاضی اسد بن فرات فتحِ صقلیہ

قاضی صاحب نے عرشہ جہاز پر رونق افروز ہو کر الوداعی تقریر کی جو ایسی پُر اثر تھی کہ ہر شخص آب دیدہ ہو گیا اور فتحِ صقلیہ کی دعائیں مانگنے لگا، اس عالم میں جہازوں نے لنگر اٹھا دیے، زیادۃ اللہ اس کامرانی پر مسرور تھا یہ بیڑہ سو جنگی جہازوں کا تھا اس میں سات سو سوار اور دس ہزار پیادہ فوج تھی اس بیڑے کے پیچھے فہمی اپنے جہاز لیے ہوئے صقلیہ روانہ ہوا۔ یہ چنانچہ یہ بیڑا تین دن سفر طے کرنے کے بعد یوم سہ شنبہ ۱۸۔ ربیع الاول

۱۵ ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۶-۲۳۷ (خلاصہ)

۳۲۱۲ء کو صقلیہ کے ساحلی شہر مازر میں لشکر انداز ہو گیا۔ لشکر اسلام جہازوں سے  
 اترا اور بغیر کسی سعی کے شہر پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد قاضی اسد نے مازر میں اپنی  
 مورچہ بندی کی تین یوم رومیوں کی فوج کا انتظار مجاہدین جوش و خروش  
 سے کرتے رہے۔ آخر میں قاضی اسد نے شہر کے قلعہ پر اسلامی پرچم بلند کر دیا،  
 اور ابو ذر کنانی کو مازر کا حاکم مقرر کیا۔ یہ پہلی اسلامی حکومت صقلیہ کی  
 داغ بیل تھی۔ اسلامی لشکر کو لے کر قاضی اسد مقام مرج پینچے یہاں پہلے ہی  
 رومی فوج مقابلہ کے لیے تیار تھی۔ مجاہدین کرام نے بھی وہیں خیمے نصب کرادیے  
 بلاط گورنر صقلیہ نے قاضی اسد کے حملہ کے حالات سے حکومت بیروطنینی کو  
 مطلع کیا۔ شاہنشاہ مائیکل نے صقلیہ کی طرف فوری توجہ کی اور ایک رومی  
 بیڑہ قسطنطنیہ سے صقلیہ روانہ کیا۔ اور حکومت ونیس سے بھی امداد چاہی اس  
 نے بھی جہاز معہ لشکر کے بھیج دیے چنانچہ یہ مشترک بیڑہ ۲۱۳ھ میں صقلیہ پہنچا  
 غرض کہ تین طاقتیں اسلامی لشکر سے مقابلہ کے لیے مرج پرا جمع ہوئیں۔  
 ان کی مجموعی تعداد ایک لاکھ پچاس ہزار زیرکمان بلاطہ تھی قاضی اسد کے  
 پاس صرف دس ہزار نفوس تھے البتہ کچھ فوج فہمی کی اسلامی لشکر کے ہمراہ  
 تھی۔ مگر قاضی اسد نے اس سے کہہ دیا کہ ہمیں تمہاری معاونت کی ضرورت  
 نہیں، تم ہم سے جدا رہ سکتے ہو۔

## میدان جنگ

قاضی اسد رحمۃ اللہ علیہ نے اسلامی لشکر کا جائزہ لے کر صرف بندی کی۔

ایک جماعت علماء کی ساتھ تھی وہ بھی سپاہیوں کے پہلو بہ پہلو کھڑے ہوئے تھے، قاضی اسد نے لوٹے جنگ خود اپنے دست مبارک میں لیا اور آگے بڑھے اور مجاہدانہ جوش و خروش کے ساتھ بلند آواز سے سورہ یسین کی تلاوت فرمائی پھر سپاہیوں کو مخاطب کیا اور ایسی پُر زور تقریر کی کہ ہر مجاہد سرفروشی کے لیے تیار ہو گیا اور خود اسد رجز خوانی کرتے ہوئے رومی فوج پر تیغ بکف ٹوٹ پڑے۔ پرے کے پرے کاٹ کر رکھ دیے۔ فوج قاضی اسد پر زیادہ متوجہ تھی۔ مگر اس مجاہد اعظم اور آیات اللہ کے مقابلہ سے عاجز تھی۔ مجاہدین نے اپنے امیر اور امام کا یہ رنگ شجاعت اور بہادری کا دیکھا انہوں نے بھی بہادری کے جوہر دکھائے اور داد شجاعت دی آخر بزدل نصرائیوں کے پائے ثبات میں لغزش آئی اور ڈیڑھ لاکھ فوج دس ہزار کے مقابلہ پر درہم برہم ہونے لگی اور فوجیوں نے راہ فرار اختیار کی ہزار ہا رومی قتل ہوئے، مال غنیمت بہت سا قاضی اسد کے ہاتھ آیا۔ اس پہلی معرکہ آرائی کی اطلاع زیادۃ اللہ کو روانہ کی گئی اس نے قاضی اسد کی کارگزاری کا مژدہ خلیفہ مامون الرشید کو بھیجا دس جنگ میں بلوٹہ گورنر صقلیہ نے شکست کھائی اور سرزمین صقلیہ چھوڑ کر قلوبہ جا کر پناہ گزین ہو گیا، سر قوسہ کی زمام حکمرانی پہلوں کے پیشوا بطارقہ کے ہاتھ میں آگئی اور اہل صقلیہ بے یار و مددگار رہ گئے۔ قاضی اسد مرج کا انتظام کر کے لیکر نہی پہنچے مگر کوئی جماعت مقابلہ کے لیے نہیں نکلی تو آگے بڑھتے ہوئے کنیسہ مسافین میں آکر لشکر اسلامیہ خیمہ زن ہوا۔ قاضی اسد کے فاتحانہ اقدام کا قرب و جوار پر بڑا اثر پڑا۔ قلعہ کراٹ کے لوگ اپنے بطارقہ کو لے کر

قاضی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور امان طلب کی اور بڑھار و رغبت جزیہ دینے کے لیے تیار ہو گئے۔ قاضی صاحب نے ان کو مطمئن کر دیا جس کے بعد وہ رخصت ہو گئے۔

نبی نے قاضی اسد کی کامرانی دیکھی تو خفیہ طور سے اہل صقلیہ کو اور غلابا قلعہ کراٹھ کے لوگ بھی اس کے دام تزویر میں آگے قلعہ کو مستحکم کیا۔ اور قرب خواہ کے گرجوں کا زرد و جواہر سمیٹ کر اس قلعہ میں جمع کر کے قلعہ بندی کر لی۔ قاضی اسد اہل جزیرہ کی عمدگی اور جنگی تیاریوں سے باخبر تھے نبی کو نظر انداز کر کے فوج کو اطراف و جوانب میں پھیلا دیا اور سر قوسہ کو گھیر لیا اہل جزیرہ قلعہ بند ہو چکے تھے۔ شہر بپاہ کے نیچے لشکر نے پڑاؤ کیا۔ سر قوسہ کے تین طرف سمندر تھا ایک طرف خشکی، اسد نے جہاز متعین کر دیے تھے میں افریقہ سے اسلامی فوج آگئی، ادھر بلرم سے رومی لشکر آ گیا جس نے اسد کی فوج کو گھیر لیا۔ اسد نے اپنے ارد گرد خندق کھدوادی اور رومیوں کے حملہ کو ناکام بنا دیا۔ محاصرہ کی سختی سے آب و دانہ محصورین کا بند ہو گیا۔ نو گھبرا کر طالب امان ہوئے۔ مگر قاضی صاحب کو ان کی پہلی غداری کا تجربہ ہو چکا تھا آخر سن زیادہ عرصہ گزرنے سے دونوں طرف مصیبت کا سامنا تھا، محصورین فاقہ مرنے لگے۔ ادھر اسلامی لشکر کو بھی رومی لشکر کی وجہ سے رسد پہنچنے میں دقت ہونے لگی کچھ لوگ اس قدر گھبرا گئے کہ افریقہ جانا چاہتے تھے۔ ابن قادم اس جماعت کا سرگروہ تھا۔ قاضی صاحب نے ہمت مردانہ سے کام لیا۔ ابن قادم جو بہت بڑھ گیا تھا اس کے دڑے لگوادیے۔ اس طرح تمام فوج پر

قاضی کی ہیبت چھا گئی۔ مگر معمولی جھڑپیں ہوتی رہتی تھیں، اس میں امیر لشکر بھی زخمی ہو گئے تھے۔ چنانچہ زخم آگے چل کر مرض الموت میں تبدیل ہو گئے۔ ربیع الآخر ۲۱۳ھ میں فارغِ صقلیہ واصل ہو گیا اور اسی سر زمین میں سپردِ خاک ہوا جس پر ایک مسجد تعمیر کر دی گئی۔ قاضی اسد افریقیہ میں ہر دل عزیز تھے، گھر گھر صفتِ ماتم بچھ گئی خود زیادۃ اللہ کو صدمہ سجد ہوا اور قبروان میں بھی ان کے نام کی مسجد تعمیر کی گئی۔ جو آج تک موجود ہے۔

قاضی اسد کے انتقال کے بعد لشکریوں نے امیر محمد بن ابجوارمی کو جو اسلامی لشکر کا امیر بھٹا، اپنا امیر منتخب کر لیا جس نے حکومت مفتوحہ علاقہ کی اور اسلامی فوج کی کمان سنبھال لی۔

## محمد بن ابی ابجوارمی

قاضی اسد کے بعد امیر منتخب ہوا۔ اس نے بھی سرقوسہ کا محاصرہ قائم رکھا، مگر بیڑِ نطنینی امداد یکا یک آجانے سے ہمت ہار گیا۔ ادھر اسلامی لشکر میں وبا پھیل گئی تھی، آخر سرقوسہ کا محاصرہ اٹھایا گیا، اور جہازوں پر بیٹھ کر موہ بقیہ لشکر کے افریقہ روانہ ہوا مگر بیڑِ نطنینی جہاز یکا یک نمودار ہو گئے اور انہوں نے راستہ روک لیا۔ مسلمانوں میں ایک دم شجاعت عود کر آئی اور وہ ساحل کی طرف لوٹے اور جہازوں سے اتر کر اپنے تمام جہاز جلا دیے اور دشمن سے مقابلہ کے لیے تیار ہو گئے۔ اس واقعہ کا اثر رومیوں پر زبردست پڑا۔ مجاہدین نے جوش و خروش سے شہر میناؤ پر حملہ کر دیا تین دن بعد قلعہ پر قبضہ

کر لیا۔ پھر جنت فتح کر لیا ان دونوں کو مسلمانوں سے آباد کیا۔ اب تین شہر صقلیہ کے مسلمانوں کے قبضہ میں تھے۔ اس کے بعد قسریانہ کا محاصرہ کر لیا۔ اس زمانہ میں فہمی کو اس کی قوم نے قتل کر دیا۔ قسطنطینیہ سے میکائل ثانی نے بطریقاً تھیوڈوس کی سرکردگی میں ایک فوج قسریانہ بھیجی۔ مجاہدوں نے اس کو شکست دے دی بقیہ لشکر قسریانہ میں قلعہ بند ہو گیا۔ مجاہدین نے قسریانہ کی پہاڑی کے دامن میں نچتہ مکان بنائے اور اردگرد کے علاقہ پر فوج کے دستے بھیج دیے۔ اس دوران میں ۲۱۳ھ کو ابن ابجوزی نے وفات پائی ان کا جانشین مجاہدین کا ایک رکن زہیر بن غوث منتخب کیا گیا۔ یہ آزمودہ افسر تھا وہ عنانِ امارت سنبھال کر قسریانہ کی فتح کی تدبیر میں لگ گیا۔ مگر رومیوں نے پوری طاقت سے مسلمانوں کو گھیر لیا۔ انہوں نے مقابلہ کیا مگر شکست کا منہ دیکھنا پڑا اور کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی آخر قسریانہ سے ہٹ کر میناؤ پہنچے رومی یہاں بھی پہنچ گئے رسد کا سلسلہ بند ہو گیا مگر مسلمانوں نے ہمت نہ ہاری اور خدا سے لو لگائے بیٹھے رہے۔ یکایک اندلس سے ۲۱۳ھ میں اسلامی بیڑہ بحر روم کا چکر لگاتا ہوا صقلیہ کے ساحل پر کھڑا ابن عذاری کہتا ہے کہ ۳۰۰ جہاز تھے اور یہ بیڑا عبدالرحمن ثانی اموی کا تھا۔

امیر زیادۃ اللہ اندرونی بغاوتوں میں ایسا الجھا تھا کہ وہ مجاہدین صقلیہ کو اس زمانہ میں کوئی مدد نہ دے سکا۔ جب افریقہ کے علاقہ میں امن و امان قائم کر چکا تو اس نے ایک لاکھ سیلان بن طوسی کی سرکردگی میں صقلیہ بھیجی یہ تین سو جہاز تھے جس میں بیس ہزار سپاہی تھے۔ یہ بیڑا صقلیہ پہنچا، اندلس کا

بیڑہ موجود تھا۔ سپہ سالار اندلس نے اس بیڑے کی فوج کی کمان ہاتھ میں لی اور  
 میناؤ کے مجاہدین کی معاونت کے لیے روانہ ہو گئے۔ رومیوں نے مقابلہ کیا  
 مگر ان کو سخت شکست ہوئی رومی بہت کام آئے۔ اس کے بعد بلرم پر  
 حملہ کر دیا، یہ صقلیہ کا مشرقی دارالحکومت تھا۔ گورنر بلرم نے مقابلہ کیا مگر اس کو  
 محصور ہونا پڑا۔ فرغوش سپہ سالار اندلس نے ایسا گھیرا کہ رسداہل قلعہ کی بند ہو گئی،  
 صد ہا آدمی یومیہ بھوکے مرنے لگے مجبور ہو کر گورنر نے قلعہ کا دروازہ کھول دیا۔  
 اور فرغوش سے آکر ملا اور امان کا طالب ہوا۔ فرغوش نے اس کو امان دی  
 اور شہر پر قبضہ کر لیا، آبادی کا بڑا حصہ بھوکوں مر چکا تھا، ستر ہزار میں سے صرف  
 تین ہزار باقی رہ گئے تھے۔ گورنر بلرم قسطنطینیہ چلتا بنا۔ مسلمانوں نے بلرم پر  
 قبضہ کر کے پہلے شہر کا انتظام کیا، کاروبار تجارت نے سرے سے شروع ہوا۔ غرض کہ  
 مسلمانوں کی روز افزوں ترقی ہونے لگی۔ اندلسی اور افریقی مجاہدین میں مسلمان  
 گورنر کے انتخاب میں جھگڑا شروع ہو گیا۔ اس اثنا میں زیادۃ اللہ نے شاہی  
 خاندان کے ایک رکن محمد بن عبداللہ بن الاغلب کو صقلیہ کے لیے نائب السلطان  
 مقرر کیا جس نے صقلیہ جا کر زمام ولایت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ جس سے  
 اندلسی اور افریقی مجاہدین کی باہمی بد مزگی رفع ہو گئی

## محمد بن عبداللہ بن الاغلب

محمد بن عبداللہ ابراہیم بانی دولت اعلیٰ کا پوتا تھا اور زیادۃ اللہ کا

لے ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۸۔ ابن خلدون ج ۲ ص ۱۹۹۔



بھیجا تھا، اس نے صحیح معنی میں حکمرانی کرنا شروع کی۔ اسلامی حکومت کا نظم و نسق جاری کیا، سول اور فوجی نظام کے دو صیغے قائم کیے سول کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیا، فوج کا ایک امیر مقرر کیا جس کو اپنے تخت میں رکھا۔ بلرم کو پائے تخت قرار دیا، مصافحات کو قائدین فوج کو عطا کیا جو زمیندار اس علاقہ کے بن گئے اس کے علاوہ اس پہلے والی نے تمدنی ترقی کی طرف توجہ کی، رومی معاشرت بے ڈھنگی تھی، ان کے اخلاق خراب تھے عیسویت نے اپنے طریقہ عمل سے بت پرستی کو مات کر دیا تھا۔ مسلمانوں کی سادہ زندگی اور ان کی عبادت گزاری و پاکبازی کا اہل بلرم پر بڑا اثر پڑا اور وہ بھی مسلمانوں کو عزت کی نظر سے دیکھنے لگے۔ والی کو تعلیم سے دلچسپی تھی اس کے سوا جو علماء قاضی اسد کے ساتھ آئے تھے ان کی خبر گیری کرنے لگا۔ جب حکومت کا معقول انتظام کر چکا تو ۱۹۲۱ء میں لشکر تیار کر کے قصر یانہ روانہ کیا، مگر رومی مقابلہ کر کے قلعہ بند ہو گئے فوج بلرم لوٹ آئی اور دوسرے سال عظیم الشان لشکر قصر یانہ روانہ ہوا۔ کمان خود والی محمد بن عبداللہ نے اپنے ہاتھ میں لی۔ اہل قصر یانہ نے زبردست مقابلہ کیا اور شکست کھا کر قلعہ بند ہو گئے۔ والی مال غنیمت لے کر بلرم لوٹ آیا اور اس نے فوجی دستہ قصر یانہ کے ارد گرد علاقوں پر روانہ کیے جنہوں نے جزیرہ پر فیصلہ کیا اور باشندوں کو امان دی۔ محمد بن عبداللہ اقلبی نے ۱۹۲۲ء میں شہر طبرہ پر حملہ کے لیے محمد بن سالم کو بھیجا، اس نے بلرم سے لے کر طبرہ (صقلیہ کے مشرقی ساحل پر تھا) تک کے زر خیز علاقہ کی تاخت کی اور کامیابی حاصل کر کے مال غنیمت کا وافر

حصہ لشکر میں جمع کر لیا ایک جماعت محمد بن سالم سے بگڑ گئی اور اس کو قتل کر دیا، زیادہ اللہ کو خبر ہوئی اس نے فضل بن یعقوب کو اس عہدہ پر سرفراز کر کے ایک لشکر کے ساتھ صقلیہ روانہ کیا۔ اس کے بلرم آتے ہی والی نے نواحی سر قوسہ کی مہم سپرد کر دی اس نے تمام علاقہ کو تاراج کر ڈالا اور کثیر مال غنیمت لے کر بلرم لوٹا، کچھ عرصہ بعد خود والی لشکر کو لے کر گیا اور کامیابی تو ہوئی نہیں پر رومیوں کا مال غنیمت بہت ہاتھ لگا۔ جن لوگوں نے سپہ سالار کو قتل کیا تھا وہ والی سے بھی بگڑ گئے تھے، زیادہ اللہ نے عہد کو معزول کر کے اس کے بیٹے بھائی ابوالاغلب جو تجربہ کار شہزادہ تھا اس کو بلرم کے انتظام حکومت کے لیے بھیج دیا۔

### ابوالاغلب ابراہیم بن عبداللہ

رمضان ۳۲۲ھ کو افریقیہ سے ابوالاغلب روانہ ہوا اور صقلیہ پہنچا زمام حکومت ہاتھ میں لی۔ یہ نہایت ہوشمند تھا۔ اس کو خود مختار بنا کر زیادہ اللہ نے یہاں بھیجا تھا۔ راستہ میں رومی قزاقوں نے اس کو پریشانی کیا تھا، اس نے پہلے ان کی بھری طاقت کو ختم کرنا چاہا چنانچہ اس نے عظیم الشان بیڑہ تیار کیا اور ڈاکوؤں کے بیڑے کو جالیوں اور ایسی آتشباری کی کہ رومی بیڑہ تیار۔ مقاومت نہ لاسکا اور ڈاکو مسلمانوں کے ہاتھ گرفتار ہو گئے اسلامی بیڑہ منظر و فتحیاب بلرم لوٹا، ابوالاغلب نے اسیر قزاقوں کو قتل کر دیا۔

افریقہ اور صقلیہ کے درمیان میں جو جزائر تھے ابوالاغلب نے ان کی تسخیر کی طرف توجہ کی اور خود جنگی بیڑا لیجا کر قرب وجوار صقلیہ کے جزائر پر قبضہ کر لیا۔ اس کے ساتھ ہی کوہ آتش فشاں اٹنا کے نواح میں ایک فوج بھیجی جس نے متعدد قلعے فتح کیے اور علاقہ کونتاہ و برباد کر دیا اور ایک لشکر قسطنطینیہ زیر سرکردگی عبدالسلام بن عبدالوہاب روانہ کیا جہاں ان کو کامیابی ہوئی، رومی بہت سے کام آئے۔ مگر دھوکے سے یہ امیر لشکر گرفتار ہو گئے تھے۔ فدیہ دے کر رہا ہوئے۔

۳۲۲ء میں اسلامی لشکر بلم سے قصر یانہ گیا۔ رومیوں سے مقابلہ ہوا، مگر رومی قلعہ بند ہو گئے۔ رات میں ربحن شہر پر مسلمان قابض ہو گئے۔ رومی فوج شہر میں محصور تھی۔ آخر سن اہل شہر نے امان طلب کی۔ امیر لشکر نے امان دی اور معاوضہ لے کر اسلامی لشکر بلم چلا آیا۔ ہم قصر یانہ کے بعد ساحلی شہر جفلو ذی پر مسلمانوں نے حملہ بول دیا مگر کشت و خون سے نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ اسی زمانہ میں ۱۲۔ ربیع الثانی ۳۲۳ء کو افریقہ اور صقلیہ کا بیدار مغز فرمانروا زیادۃ التقریران میں فوت ہو گیا اور اس کا جانشین ابو عقال اغلب بن ابراہیم بن اغلب ہوا۔ جو کچھ عرصہ افریقہ کے انتظام میں لگا رہا۔ پھر اس نے صقلیہ کی طرف توجہ کی اور ایک ملک صقلیہ روانہ کی۔

ابوالاغلب نے جنوبی اٹلی کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں سے تعلقات قائم کرنا چاہے نیپلس نے صلح کر لی اور ضرورت کے وقت ایک دوسرے کی امداد و اعانت کا معاہدہ طے پا گیا جس کے بعد ہی مسلمانوں نے اٹلی کے

مشرقی ساحل کے مشہور شہر بریٹڈزی پر بحری حملہ کر کے قبضہ کر لیا اور پھر بندرگاہ باری پر متصرف ہو گئے۔ اب مسلمان اٹلی کے علاقہ میں فاتحانہ دخل ہو گئے اور اٹلی کی ریاستوں پر اسلامی طاقت کا سکھم گیا۔ ابوالاغلب کے عہد میں جزیرہ کے تہائی حصہ پر عرب قابض ہو گئے۔

ابوعقال اغلب ۲۳۔ ربيع الآخر ۲۲۶ھ کو فوت ہو گیا تو ابوالاغلب

کا چچا زاد بھائی ابوالعباس محمد بن اغلب جانشین ہوا۔ زمام حکومت ہاتھ میں لے کر اس نے ایک لشکر فضل بن جعفر ہمدانی کی سرکردگی میں مسینا فتح کرنے کے لیے بھیجا جس نے مقابلہ کی فوج کو قلعہ بندی پر مجبور کر دیا۔ یہ بھی محاصرہ کر بیٹھے۔ کبھی کبھی ہردو میں جنگی مقابلہ ہو جایا کرتا فضل نے آخر میں مسینا کو فتح کر لیا۔ اب صقلیہ میں دو حکومتیں بن گئیں۔ مسینا کا والی فضل بنا دیا گیا۔ ابوالاغلب اور فضل نے جو قلعے فتح کرنے ضروری تھے وہ تسخیر کر لیے غرضکہ فتح مسینا کے بعد جنوبی اٹلی کی مہم آسان ہو گئی۔ غرضکہ فضل نے مسینا کے نظم و نسق کے بعد اٹلی کے مقبوضات کی طرف توجہ کی ۲۳۳ھ میں ایک اسلامی بیڑا اٹلی روانہ ہوا اور طارنت پر حملہ آور ہو کر اس کو فتح کر لیا، اور اسلامی آبادی قائم کر دی گئی۔

## اٹلی میں خلقون اور مسرج کی سرگرمیاں

ایک جنگجو بہادر خلقون بربری جو قبیلہ ربیع کے موالی ہیں سے تھا ملک گیری

کے خیال سے افریقہ سے ایک جماعت کو لے کر نکلا اور شہر باری پر حملہ آور ہو کر قابض ہو گیا۔ اس کی دیکھا دیکھی مفرج بن سالم اپنے ساتھیوں کو لیکر اٹلی پہنچا اور چوبیس قلعے فتح کیے۔ ہر دو جماعتیں مل گئیں اور مفرج سردار مان لیا گیا، جس نے باری کو صدر مقام بنا کر ایک مختصر سی اسلامی اسٹیٹ قائم کر لی اور واپی مصر کے ذریعہ بارگاہِ خلافت سے سندِ حکومت حاصل کر لی اور سب سے پہلے اٹلی میں جامع مسجد اسی نے تعمیر کرائی۔

اٹلی کی اس اسلامی حکومت نے اپنی فتوحات کا دائرہ وسیع کرنا شروع کیا، اٹلی کے شہروں قصبوں پرتاختیں شروع کر دیں، ان کی فاتحانہ سرگرمی نے صقلیہ اور افریقہ کے لوگوں کو معاونت پر آمادہ کر دیا۔ اسلامی بیڑا مدد دیتا رہا۔ غیظ، ملغنی بھی اس حکومت کے قبضہ میں آگئے۔ اور دریائے جالیون پر ایک قلعہ تعمیر کیا۔ اس کے بعد اسلامی لشکر نے دریائے ٹائبر کے ذریعہ اندرون ملک میں داخل ہونا چاہا لیکن اہل اٹلی کی طرف سے سخت مزاحمت ہوئی۔ پوپ کے حکم سے شہر اسٹیہ کے حصار زیادہ اونچے کر دیے گئے مگر مجاہدین اسلام شہر روم پر حملہ آور ہوئے، سینٹ پیٹر اور سینٹ پال کے مشہور گرجوں کو لوٹ لیا اور اسی طرح چند اور بھی شہر برباد کر دیے گئے۔ فاتح اٹلی فضل بن جعفر نے ۲۳۲ھ میں اسپین کے مصافحات میں پیشقدمی کی نتیجی شہر پر حملہ کیا، یہ سرقوسہ سے پچیس میل تھا۔ بالآخر فصل نے بزورِ شمشیر یقینی کو فتح کر لیا۔ بلرم سے ایک اسلامی لشکر رغنوس (سمندر سے سات میل) پہنچا ۲۳۴ھ میں اس کا محاصرہ کیا، اہل رغنوس تاب مقاومت نہ لاسکے

اور شہر کو خود تباہ کر دیا۔ اور خالی کر گئے۔ غرض کہ ۲۳۴ھ تک صقلیہ کے مرکزی شہر مسلمانوں کے اقتدار میں آگئے جس سے ایک طرف پورا جنوبی علاقہ اب اسلام کے زیر نگیں تھا۔

گورنر صقلیہ جو بیزنطینی حکومت کی طرف سے تھا اس نے سرفوسہ سے قصر یانہ دار الحکومت منتقل کر دیا۔ جس سے بلرم اور قصر یانہ قریب ہو گئے۔ ابوالاعلیٰ نے ۲۳۵ھ میں قصر یانہ کو لینا چاہا مگر ناکام لوٹا۔ اس واقعہ کے ایک سال بعد ۲۳۶ھ رجب کو مجاہد اعظم ابوالاعلیٰ غلب ابراہیم عبد اللہ نے وفات پائی۔ سولہ سال حکمرانی کی۔ اس کا عہد بہترین تھا کیونکہ اقتصاد کی حیثیت سے نمایاں ترقیاں ہوئیں۔ اس نے خود مختارانہ حکمرانی کی اس کے عہد کی خصوصیت اسلامی علوم کی ترقی تھی، قاضی اسد کے عہد سے یہاں علمی مشاغل شروع ہو گئے تھے، مسجدیں دینی علوم کی درسگاہیں تھیں

## عباس بن فضل

ابوالاعلیٰ غلب کی وفات کے بعد مسلمانان صقلیہ نے امیر لشکر عباس بن فضل کو اپنا والی منتخب کر لیا اور ابوالعباس اعلیٰ سے سند ولایت کی خواہش کی۔ ادھر عباس نے زمام حکومت سنبھالی ۲۳۷ھ میں ابوالعباس نے سند ولایت لکھ کر بھیج دی۔ اس فرمان کے بعد عباس نے فوج کی تنظیم کی طرف توجہ مبذول کی، بری و بحری حصوں میں تقسیم کیا۔ بری فوج اپنے چچا ربیع بن یعقوب کی سپہ سالاری میں دی اور بحری فوج کا افسر اعلیٰ

اپنے بھائی علی بن فضل کو مقرر کیا۔ جنہوں نے رومی علاقہ کو اپنے حملوں سے پائمال کر دیا۔ قلو ابی ثور قبضہ میں آ گیا۔ والی افریقہ ابو العباس محمد بن اغلب نے ۱۔ محرم ۲۲۲ھ کو وفات پائی اور ابو ابراہیم احمد بن محمد والی مقرر ہوا جس نے عباس کو ولایت صقلیہ پر برقرار رکھا۔ عباس نے بقیہ حصہ صقلیہ پر متواتر حملے کیے۔ آخر میں ۲۲۳ھ میں قصر یانہ کو اپنے حسن تدبیر سے فتح کر لیا۔ امر لے کر نطنی اس معرکہ میں کام آئے، مسلمانوں کو بڑی دولت ہاتھ لگی۔ فتح قصر یانہ کے بعد عباس نے یہاں جامع مسجد تعمیر کرائی۔ عیسائی مورخ کہتے ہیں گرجے کو مسجد بنایا مگر ان کی یہ روایت کذب پر مبنی ہے یہاں حسن قدر مال غنیمت ملا پانچواں حصہ حکومت اعلیٰ کے نذر کیا اور تحالف بطور نذر عقیدت خلیفہ عباسی المتوکل باللہ کے حضور میں بغداد ارسال کیے گئے۔ تحالف میں نوجوان شاہزادیاں بھی تھیں۔

قسنطنینیہ سے بحری بیڑہ انتقام میں آیا شکست کھا کر لوٹ گیا۔ عباس نے قصر یانہ کو مستحکم کر کے رومیوں کے مقابلہ کے لیے تیاری شروع کر دی جب لشکر اسلامی منظم ہو گیا تو ۲۲۶ھ میں رومی قلعوں پر حملہ کر دیا شہر بلاطونو۔ بلوطا۔ قلعہ عبدالمومن فتح ہو گئے اس کے بعد رومی بیڑہ پھر مقابلہ کے لیے آیا اور وہ بھی جفلو ذی میں شکست کھا گیا اور سرقوسہ میں رومی پناہ گزین ہو گئے۔ عباس بعد کامرانی قصر یانہ واپس آ گیا۔ اور قصر یانہ کی از سر نو تعمیر کی، خاص خاص مقامات کی قلعہ بندی کی ۲۲۷ھ میں عباس نے پھر سرقوسہ پر

حلہ کا ارادہ کیا مگر ابھی نواح سر قوسہ غیران قرقنہ کوتاخت و تاراج کیا ہی تھا کہ مرض الموت میں مبتلا ہو گیا۔ تین یوم بیمار رہ کر ۲۲ جمادی الآخر ۲۲ھ یوم جمعہ کو حینت الفردوس کو سدھارا۔ مسلمانوں نے نماز جنازہ پڑھ کر وہیں سپرد خاک کیا اور اسلامی لشکر بلرم واپس لوٹ آیا۔ رومی عباس کے نام سے تھرتے تھے۔ زندگی میں کچھ بگاڑ نہ سکے بعد کو قبر سے لاش نکال کر آگ میں جلا ڈالی گئی۔

### احمد بن یعقوب والی صقلیہ

عباس کے بعد ابوابراہیم احمد بن محمد بن اغلب نے مسلمانوں کی نشانی پر احمد بن یعقوب کو والی مقرر کر دیا، یہ عباس کا چچا تھا۔ اور عباس کا لڑکا عبد اللہ وہ متمنی ولایت کا تھا اس سے اور ان سے باہمی رنجش ہو گئی۔ آخر میں ابن یعقوب نے ابن عباس کو ولایت صقلیہ سپرد کر دی اور واقعہ کی اطلاع ابوابراہیم اعلیٰ کو افریقہ بھیج دی۔ عبداللہ بن عباس پانچ ماہ والی رہا قلعہ ارمنین اور قلعہ مشارعہ اس نے فتح کیے کہ اعلیٰ خاندان کا ممتاز رکن خواجه بن سفیان کو والی افریقہ نے عبداللہ بن عباس کے بجائے والی صقلیہ کر دیا۔

### خواجه بن سفیان

خواجه ابن سفیان بن سوادہ بن سفیان برادر اغلب بن سالم نے جمادی الاولیٰ ۲۲ھ میں افریقہ سے صقلیہ آ کر عمان حکومت سنبھالی

۱۵ ابن اثیر ج ۱، صفحہ ۲۲ ۱۶ البیان المغرب ترجمہ اردو۔ ص ۵۳۔



اپنے بیٹے محمود کو سپہ سالار کیا اور اس کی کمان میں لشکر لے کر سرقوسہ بھیجا مگر کامیابی نہ ہوئی۔ مال غنیمت لے کر محمود بلرم چلا آیا۔ ابھی ایک سال خفاجہ کو حکمرانی کرتے گزرا تھا کہ والی افریقیہ ابو ابراہیم احمد بن محمد بن اغلب اٹھائیس سال کی عمر میں بمابہ ذیقعدہ ۲۲۹ھ میں فوت ہو گیا اس کا جانشین ابو محمد زیادۃ اللہ ثانی بن محمد بن اغلب ہوا۔ اس کی طرف سے بھی خفاجہ ہی والی رہا خفاجہ نے محرم ۲۵۰ھ میں شہر نطس کو جو سرقوسہ سے ایک مرحلہ پر واقع تھا بلا خون بہائے فتح کر لیا شہر پر اسلامی پرچم لہرا دیا گیا۔ مال غنیمت بہت ہاتھ آیا۔ پھر خفاجہ نے لشکر شکرہ کی طرف روانہ کیا، اس نے اس پر بھی قبضہ کیا ادھر یہ واقعات گزر رہے تھے، ابو محمد زیادۃ اللہ نے ایک سال چھ دن حکمرانی کر کے ۹ ذیقعدہ ۲۵۰ھ کو انتقال کیا اس کا جانشین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن محمد بن اغلب ہوا اس والی نے بھی خفاجہ کو صقلیہ کی ولایت پر برقرار رکھا۔ خفاجہ نے سرقوسہ کی طرف اپنے لڑکے محمود کو معہ لشکر اسلام کے بھیجا رومی مقابل آئے۔ ایک ہزار ان کے لشکر ہی کام آئے یہ واقعہ ۲۵۲ھ کا ہے اس کے دوسرے سال طبرمین کی طرف اسلامی لشکر روانہ ہوا۔ مگر اہل شہر نے خفاجہ سے امان طلب کی اور خود شہر سپرد کر دیا یہاں کے انتظام کے بعد خفاجہ دوسری طرف متوجہ ہوا۔ بیزنطینی حکومت کا چرلغ ہمیشہ کے لیے گل ہونے کے اسباب پیدا ہو چکے تھے۔ قیصر روم باہل کو اس خطرے نے چونکا دیا اور اس نے خفیہ ریشہ دو انہوں اور سازشوں کا

جال مقبوضاتِ اسلامی میں پھیلا دیا۔ یہاں کے عیسائی باشندے بغاوت پر آمادہ ہو گئے۔ شہر طبرین میں بغاوت رونما ہوئی، خواجه نے محمود کو بھیج کر غداری اور بد عہدی کا مزا عائد شہر کو چکھا دیا، ۲۵۳ھ میں بغاوت کا استیصال ہو گیا۔ اسی طرح رغنوس نے بھی سر اٹھایا، خواجه نے اس کی بھی گوشمالی کر دی ایک شخص کو جلا وطن کر دیا اور تمام شہر پر کامل تصرف ہو گیا۔ دوسرے مقامات پر بھی باہل کے اٹھتے ہوئے فتنہ تھے وہ سب ملیا میٹ کر دیے گئے۔ مگر باہل مقدونی نے ایک جنگی بیڑا صقلیہ بھیجا، خواجه کو اطلاع ملی تو اس نے بھی ایک بیڑے کا محمد کو امیر البحر مقرر کیے دشمن کے بیڑے کی نگرانی سپرد کی اور خود خواجه بلرم سے ۲۵۳ھ میں روانہ ہو کر ایک جگہ مقیم ہوا اور ایک دستہ فوج سر قوسہ روانہ کی، نطنزی بیڑہ بطریق کی سرکردگی میں صقلیہ پہنچا، ہماز سے فوج ساحل پر اتری، خواجه موقعہ پر جمع لشکر کے پہنچا۔ رومیوں سے سخت مقابلہ ہوا، مجاہدین نے ہزار ہا عیسائیوں کو تہ تیغ کر دیا۔ رومی شکست کھا گئے، مسلمانوں کو مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ فتحیابی کے بعد خواجه سر قوسہ گیا مگر ناکام بلرم لوٹ آیا۔ اور ماہِ رجب ۲۵۳ھ میں ایک عظیم الشان بیڑا محمد کی سرکردگی میں اٹلی روانہ کیا جو شہر غنطیہ پہنچا اور محاصرہ کر لیا مگر ناکام رہا۔ مضافات سے مالِ غنیمت بہت ہاتھ لگا، ہماز بھر کے محمد بلرم واپس آ گیا۔

اٹلی میں اسلامی مقبوضات مفرج بن سالم کی نگرانی میں تھے مگر مسلمانوں کی باہمی مخالفت میں کشت و خون کی نوبت پہنچی، مفرج اس کی نذر ہو گیا تو یہ تمام مقبوضات صقلیہ کی اسلامی حکومت کی نگرانی میں آ گئے۔

خفاجہ نے سرقوسہ پر ربیع الاول ۲۵۵ھ میں چڑھائی کی رومی مقابلہ پر آئے ہمت و مردانگی کے وہ جوہر دکھائے کہ اسلامی لشکر کو بلرم واپس آنا پڑا۔ خفاجہ کا یہ سفر سفرِ آخرت تھا چنانچہ خفاجہ کو یکم رجب ۲۵۵ھ کو وادی بطن میں خلفون بن ابن زیاد نے قتل کر دیا، لاش بلرم لائی گئی اور دفن کی گئی۔ اس کا جانشین مسلمانانِ صقلیہ نے اس کے لڑکے محمد کو کر دیا۔

### محمد بن خفاجہ والی صقلیہ

والی افریقہ نے اس انتخاب کو بہ نظرِ استحسان دیکھا اور فرمانِ ولایت اور خلعت محمد کے نام بھیجا۔ محمد نے اپنے چچا عبداللہ بن سفیان کو امیر لشکر کیا جس نے نواح سرقوسہ پر فوج کشی کی مگر ناکام لوٹا۔ حکومت بیزنطینی نے مالٹا جس پر مسلمانوں کا قبضہ تھا حملہ کر دیا۔ محمد بن خفاجہ نے یہ خبر سنتے ہی اسلامی لشکر بھیج دیا، جس نے رومیوں کو مار بھگایا اور مالٹا میں اسلامی حکومت برقرار رہی یہ محمد بن خفاجہ کو انتظامِ حکومت سنبھالے دو برس ہوئے تھے کہ اس کے خواجہ ہرانے ۳۰ رجب ۲۵۷ھ کو اس کا کام تمام کر دیا۔ مسلمانانِ صقلیہ نے محمد بن ابی احسین کو عارضی اپنا والی مقرر کر لیا۔ مگر والی افریقہ نے ابن ابی احسین کے بجائے رباح بن یعقوب کو ولایتِ صقلیہ پر مقرر کیا۔

## رباح بن یعقوب

رباح کے بھائی عبداللہ بن یعقوب کو مقبوضاتِ ایتالیہ کا والی بنا کر اٹلی روانہ کیا تاکہ اسلامی مقبوضات حکومتِ صقلیہ سے الگ ایک جدید حکومت کے ماتحت رہے۔ مگر ہردو بھائی کچھ روز بھی حکمرانی نہ کر سکے۔ محرم ۲۵۸ھ کو رباح فوت ہوا اور صفر میں عبداللہ نے سفرِ آخرت اختیار کیا۔ رباح کا جانشین حسین بن رباح ہوا اور ابوالعباس بن یعقوب بن عبداللہ نے جنوبی اٹلی کی حکومت ہاتھ میں لی، مگر اس کی عمر نے بھی وفات کی، ربیع الآخر ۲۵۸ھ میں وہ بھی فوت ہو گیا۔ اس کا بھائی تخت نشین ہوا مگر حکومت سنبھال نہ سکا۔

لیونانی شاہ اٹلی کی فوج تین سال سے مسلمانوں کا مقابلہ کر رہی تھی آخر میں شہر باری مسلمانوں کے قبضہ سے نکل گیا، اس کے بعد شہر سلرنو بھی ہاتھ سے جاتا رہا۔ مرکزی شہر مسلمانوں کے لیے شہر طارنت قرار پایا یہ

## حسین بن رباح

حسین کی ولایت کی تصدیق والی افریقہ نے بھیجی اس نے بھی سرقوسہ پر حملہ کیا، رومیوں نے صلح کر کے مسلمان قیدی رہا کر دیے۔ یکایک والی افریقہ نے حسین کو معزول کر کے عبداللہ بن محمد کو والی صقلیہ مقرر کر دیا۔

لے تاریخ غرب موسیو سیدو۔

## عبداللہ بن محمد

عبداللہ سابق والی صقلیہ محمد بن عبداللہ بن ابراہیم بن اغلب کا فرزند تھا کچھ عرصہ صقلیہ میں رہا پھر والی افریقیہ نے طرابلس الغرب کا والی کر دیا اور اس کے بجائے ابو ملک احمد بن عمر بن عبداللہ بن ابراہیم المعروف حبشی والی صقلیہ مقرر ہوا اس نے زمام حکمرانی ہاتھ میں لی اس اثنا میں ابو عبداللہ محمد بن احمد والی افریقیہ نے دس سال پانچ ماہ ولایت افریقیہ پر سرفراز رہ کر ۶ جمادی الاولیٰ ۲۶۱ھ کو وفات پائی۔ انتقال سے چند دن پیشتر اپنے نابالغ لڑکے ابو عقال کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا مگر اس کے بھائی نے اس کی زندگی میں ابو عقال کی تصدیق کر دی تھی، بعد کو ابو عقال کو رد کر کے خود تخت حکومت پر بیٹھ گیا۔ یہ بیدار مغز فرمانروا ثابت ہوا، خود صاحب علم و فضل تھا۔ نظام حکومت کو قابلیت سے چلایا، اس نے صقلیہ پر ابو ملک احمد حبشی مذکور والی صقلیہ کو برقرار رکھا، مگر حبشی کی فوج کشیاں ناکام رہیں۔ ابراہیم نے اس کو معزول کیا اور امیر جعفر بن محمد کو والی صقلیہ کر دیا یہ

## جعفر بن محمد والی صقلیہ

جعفر ابراہیم والی افریقیہ کا مصاحب تھا، ایک لشکر کے ساتھ ۲۶۲ھ میں صقلیہ پہنچا، لشکر میں زیادہ تر موالی اغالبہ تھے۔ یہ موالی بڑے شورہ پشت

اور حکومت کے سیاسی مجرم بھی رہ چکے تھے۔

ابراہیم نے ہم خاندان افراد کو جو مخالف تھے ان کو بھی صقلیہ بھیج دیا۔  
جس میں اغلب بن محمد، اغلب بن احمد، ابو عقال بن احمد۔ یہ شہزادے محل  
میں نظر بند رکھے گئے۔

زام حکمرانی ہاتھ میں لے کر جعفر نے سرقوسہ کی فتح کی طرف توجہ کی۔ عظیم  
الشان لشکر مرتب کیا، جو ہر قسم کے آلات جنگ منجینق وغیرہ سے مسلح تھا، لشکر  
بلرم روانہ ہوا، رومی مقبوضات کے اہم شہروں قطانیہ، طبرین اور رطہ  
کے گرد گشت لگایا، ہر جگہ سے سامان رسد فراہم کیا۔ اور سرقوسہ کا محاصرہ  
کر لیا۔ اس کے علاوہ بحری لشکر بھی بلرم سے پہنچ گیا۔ اہل سرقوسہ نے بھی  
مقابلہ کی تیاری کر لی تھی۔ پہلے روضہ سرقوسہ پر اسلامی لشکر

نے قبضہ کیا۔ سربفلک محل، خوشامکانات مقدس عبادت گاہیں مل  
گئیں۔ یہیں مقیم ہو کر محاصرہ کی بہ اطمینان کارروائیاں کی جانے لگیں۔  
قسطنطنیہ سے سرقوسہ کی مدد کے لیے بحری بیڑا آیا مگر جعفر کے بیڑے  
نے مقابلہ کر کے رومیوں کو تہ تیغ کیا اور کل ہمازوں پر قبضہ کر لیا۔

جعفر سرقوسہ کے محاصرہ کا مکمل انتظام کر کے بلرم آیا، اغلبی شہزادوں نے  
اس کے غلاموں کو مال و زر کی طرح دے کر تیار کر رکھا تھا۔ چنانچہ جعفر نماز کے لیے محل  
سے نکلا تھا غلام ٹوٹ پڑے اور ایک ہی حملہ میں قتل کر ڈالا اور ابراہیم کا چچا  
اغلب بن محمد جو نظر بند تھا، اس لیے حکومت پر قبضہ کر لیا۔

## اغلب بن محمد متغلب صقلیہ

اغلب نے اپنے ہوا خواہوں کو جمع کیا اور ایک لشکر مرتب کر کے اپنے لڑکے احمد کی سرکردگی میں سرقوسہ روانہ کیا۔ احمد نے پہنچ کر محاصرہ کی نگرانی اپنے ہاتھ میں لے لی۔

محاصرہ نو ماہ تک جاری رہا۔ ۱۳۔ رمضان ۲۶۲ھ کو سرقوسہ فتح ہو گیا، رومیوں نے بھی داد شجاعت دی مگر مجاہدین کی جانبازی کے سامنے اسلحہ ڈالنے پڑے۔ دولت مند شہر تھا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ کہا جاتا ہے اس لاکھ بیڑ نطینی سکے کی مالیت تھی۔ فتح کے بعد لشکر دو مہینے مقیم رہا۔ شہر کے قدیم باشندے جنگ سے پہلے بہت کچھ ترک وطن کر گئے تھے، جو جنگ میں شریک تھے وہ تیغ اہل کا شکار ہوئے۔ یہاں بجز مسلمان فاتحوں کے شہر میں کوئی نظر نہیں آتا تھا۔ اغلب نے بزم سے احمد فاتح سرقوسہ کو لکھ بھیجا کہ سرقوسہ کو مہندم کرادیا جائے۔ چنانچہ اس پر عظمت تاریخی شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی۔

حکومت بیزنطینی قسطنطینیہ کا بحری بیڑہ سرقوسہ کی بازیافت کے لیے آیا اسلحہ بیڑا تیار کھڑا تھا، اس نے مقابلہ کیا، رومی بیڑا ہاکھیت سے چار ہزار مسلمانوں کے قبضہ میں آئے۔ عیسائی بھگوڑے راہ فرار اختیار کر گئے۔ سلسلہ محاربات کی یہ آخری کڑی تھی۔

اسلامی لشکر بعد کامرانی ذیقعدہ ۲۶۳ھ میں بلرم واپس آگیا۔ کچھ زمانہ بعد سرقوسہ پھر مسلمانوں نے آباد کرنا شروع کر دیا۔ دیگر قوم کے لوگ بھی آباد ہو گئے رفتہ رفتہ اچھے قاصدے شہر کی حیثیت اختیار کر لی۔

فتح سرقوسہ کو دو ماہ بھی نہیں گزرے تھے کہ باشندگان صقلیہ نے ماہ محرم ۲۶۵ھ میں غالب بن محمد، ابو عقال کے تمام ساتھیوں کو گرفتار کر کے افریقہ بھیجا جہاں جعفر کے قتل کے سلسلہ میں ان کو سزائے موت دیدی گئی۔

ابراہیم اعلیٰ نے اپنے بیٹے ابوالاغلِب کو ۲۶۵ھ میں صقلیہ کا والی بنا کر بھیجا۔ مگر اہل صقلیہ نے اس کے خلاف شورش پھیلادی مجبوراً ابوالاغلِب افریقہ واپس گیا اور حسین بن رباح صقلیہ کا والی مقرر ہوا، اس کے زمانہ میں رومیوں کا بیڑا ایک سو چالیس جہازوں کا حملہ آور ہوا، خونریز جنگ کے بعد مسلمانوں کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ اور اسلامی بیڑے کے جہاز بھی گرفتار کر کے قسطنطنیہ لے جکے گئے۔ والی افریقہ نے اس کو ولایت سے معزول کر کے حسن بن عباس کو والی مقرر کیا مگر اس کے عہد میں بھی مسلمان رومیوں کے مقابلہ میں ناکام رہے۔ آخر سن ابوالحسین محمد بن فضل کو صقلیہ کا والی مقرر کیا اور حسن کو معزول کر دیا۔ ابوالحسین ۲۶۸ھ میں صقلیہ پہنچا اس نے طبرین پر حملہ کیا اور قطنینہ کو تاخت و تاراج کر ڈالا۔ اس اثنا میں قسطنطنیہ سے بیڑہ آیا اس سے معرکہ ہوا۔ رومی شکست یاب ہوئے۔ بیزنطینی ایک نیادار حکومت صقلیہ میں بنا رہے تھے اس کو بھی محمد بن فضل نے فتح کر لیا۔ مال و



اسباب مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔ محمد بن فضل دوسری مہم کا آغاز نہ کرنے پایا تھا کہ ربیع الاول ۲۷ھ میں محمد بن فضل معزول کر دیا گیا اور قیروان سے علی بن محمد بن ابی الفوارس صقلیہ کا والی مقرر ہو کر آیا۔ مگر چند روزہ اس کی حکومت کا دور رہا، یہ بھی دربار قیروان سے معزول کر دیا گیا۔ اس کی بجائے حسین بن احمد مقرر ہوا جس نے رملہ پر فوج کشی کی۔ لیکن یکا یک بیمار ہو گیا اور ماہ شعبان ۲۷ھ میں اس کی وفات ہوئی۔ اس کے بعد سوادہ بن محمد ولایت صقلیہ پر بھیجا گیا اس نے عنان حکومت ہاتھ میں لے کر طبرمین پر حملہ کیا حاکم طبرمین نے صلح چند ماہ کے لیے کر لی میعاد گزرنے پر فوج کشی کی مال اور قیدی لے کر بلرم لوٹ آیا۔ یہی وہ زمانہ تھا کہ جنوبی اٹلی کے دو اسلامی شہر بیزنطینی حکومت کے قبضہ میں چلے گئے یہ امیر البحر نجفوری کا رگزاری تھی۔ شہر سیرینہ اور شہر منبیتہ پر بیزنطینی علم لہرانے لگے۔ مسلمان شہروں سے نکل کر صقلیہ آگئے، یہاں شورش پسندوں نے والی کے خلاف بغاوت کر دی۔ امرائے صقلیہ میں سے یعقوب بن بکر اور والی کو گرفتار کر کے افریقیہ روانہ کر دیا۔ ابوالعباس بن علی نے نظم و نسق عارضی طور سے سنبھالا۔ ابو مالک احمد بن عمر المعروف بہ حبشی ۲۷ھ میں والی مقرر ہوا۔ جس نے طبرمین، قطانیہ اور رملہ پر فوج کشی کی مگر ناکامیاب رہا۔ جنوبی اٹلی پر توجہ کی یہاں بھی کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا۔ اس اثنا میں ابراہیم فرمانروائے افریقیہ نے نصر بن مہصامہ حاجب کو معاہل خاندان کے قتل کر دیا اور اس کے بجائے حسن بن نافذ حاجب مقرر ہوا۔ اس نے ابولمک کو معزول کر کے ابوالحسن احمد

بن فضل کو دوبارہ والی صقلیہ مقرر کیا۔ اس نے بھی رومی علاقہ کو تاراج کیا۔  
 ۲۷۹ھ سے ۲۸۴ھ تک یہ والی رہا احمد بن نافع نے اس کو معزول کر کے  
 اپنے لڑکے حسن کو صقلیہ کا والی مقرر کر دیا۔ ایک سال بعد ابراہیم نے اس  
 کو معزول کر کے ابو ملک کو مقرر کر دیا۔ مگر صقلیہ میں باغی زور پکڑ چکے تھے  
 انہوں نے بلرم قبضہ کیا، ابو ملک فرار ہونے پر مجبور ہوا، آخر میں ابراہیم نے  
 اپنے شہزادہ ابو العباس کو افریقہ سے صقلیہ بھیجا یہ

### ابو العباس بن ابراہیم اعلیٰ

ابو العباس ۲۸۷ھ میں صقلیہ آیا اور آتے ہی ولایت کو سنبھالا اپنے  
 ساتھ کافی لشکر بری و بحری افریقہ سے لایا تھا، پہلے طرابلس پر قبضہ کیا۔  
 بلرم کے عمائد و اکابر قاضی صقلیہ کی سرکردگی میں ابو العباس کی خدمت  
 میں حاضر ہو کر کامل اطاعت و انقیاد اور وفاداری کا یقین دلایا مگر ابو  
 العباس نے وفد سے کہا چند روز بعد جواب دوں گا جو حنت کا وفد آیا جو  
 حکومت کا موافق تھا اور باغیوں سے مقابلہ کر رہا تھا، اس نے ساکنان  
 بلرم کے مکر و کید سے آگاہ کر دیا۔ ابو العباس نے جو سرغنہ تھے ان کو گرفتار  
 کر لیا، اور قاضی کو بھیجا کہ دوسرے لوگوں کو اطاعت پر آمادہ کرے۔ مگر  
 شور میں پسند بغاوت پر آمادہ ہو گئے۔ ابو العباس نے افریقی لشکر سے باغیوں  
 کی سرکوبی کرادی۔ ممتاز افراد مع اہل و عیال کے بلرم چھوڑ گئے۔ رکنیہ جو سرگروہ

۱۷ ابن اثیر ج ۷ - ص ۳۴۹ -

تھا وہ بھی اسی جماعت کے ساتھ قسطنطنیہ چلا گیا۔ شہر بلرم میں امن و امان ہو گیا تو ابوالعباس رمضان ۲۸۷ھ کو بلرم میں داخل ہوا۔ غرض کہ ابوالعباس نے فتنہ و فساد کو ختم کرنے کے بعد ملک کا نظم و نسق سنبھالا۔ اس کے بعد جنوبی اٹلی کے وہ مقبوضات جو زیر نگین اسلام تھے وہ رومیوں کے قبضہ میں آگئے تھے ان کے واپس لینے کی طرف متوجہ ہوا۔ بیچ الاخر ۲۸۸ھ میں ایک عظیم الشان بیڑہ بندرگاہ بلرم سے روانہ کیا، صقلیہ کے ایک رومی شہر دیونی پہنچا کہ ابوالعباس خود آ موجود ہوا وہ بیڑے کو لے کر مسینا آیا وہاں سے روم جا کر اس کا محاصرہ کر لیا۔ خونریز جنگ کے بعد فاتحانہ مسلمان شہر میں داخل ہو گئے۔ یہاں مالِ غنیمت بہت ہاتھ آیا پھر نیپلس املقی، سالرنو کی طرف توجہ کی۔ رومیوں نے صلح کر لی غرض کہ پاپے روم کے حدود حکومت میں مسلمان پہنچ گئے۔ ابوالعباس نے اسلامی لشکر کو آگے بڑھایا۔ شہر روم کی شہر پناہ کا دروازہ سامنے تھا کہ پوپ کی استدعا کو قبول کیا، پوپ یوحنا نے جزیہ دینے کی شرط کو خوشی سے منظور کیا کہ پچیس ہزار طلحہ چاندی سالانہ والی صقلیہ کی خدمت میں بھیجا کریگا۔ اس طرح ابوالعباس فاتح سلطنت کلیسا پوپ کو باج گزار بنا کر مسینا لوٹ گیا۔ یہاں رومی بیڑہ منڈلا رہا تھا، اس سے بھی مقابلہ کیا اور شکست دے کر بلرم پہنچا کہ ۲۸۹ھ میں ابراہیم کا فرمان پہنچا کہ افریقہ واپس چلا آئے۔ چنانچہ شہزادہ ابوالعباس صقلیہ کی حکومت اپنے دونوں لڑکوں ابو مضر اور ابو معد کے سپرد کر کے افریقہ

روانہ ہو گیا۔ ماہ ربیع الاول ۲۸۹ھ میں ٹیونس پہنچا اور ابراہیم اعلیٰ اس کے حق میں حکومت سے دستبردار ہو گیا۔

ابراہیم نے اپنے ابتدائی عہد میں اپنی مملکت کا بہترین انتظام کیا تھا مگر پھر اس میں مرقی حالت پیدا ہو گئی تھی اس نے ذرا سے قصور پر ذمہ دار ارکان حکومت کو قتل کرانا شروع کر دیا۔ تمام ملک میں اس کے ظلم سے بدنی شروع ہو گئی۔ صوبہ دار اس سے برگشتہ ہو گئے اور اس کے طرق کا رد و تعلقاً منقطع کرنے شروع کر دیے۔ اس زمانہ میں بربریوں میں تحریک اسمعیلی شروع ہو گئی، ابو عبد اللہ شیبانی نے شیعیت کی اشاعت کی اور عوام کو دولت اقبالہ سے بھرکا دیا۔ المعتضد باہد عباسی خلیفہ کو اس تحریک کا علم ہوا اس نے ابراہیم کو حکومت سے دست بردار ہونے کا حکم بھیجا یہ علیحدہ ہو کر حج کے ارادے سے قیروان سے رخصت ہوا اور سوسہ میں صوفیہ لباس میں آیا وہاں سے صقلیہ چلا آیا۔ ابراہیم نے اپنے ذاتی خزانہ کو ساتھ لے لیا تھا۔ پہلے طرابلس میں قیام کیا یہاں مختصر سی فوج تیار کی جو آلات حرب سے آراستہ تھی۔ ۲۸۔ رجب ۲۸۹ھ کو بصرہ میں شان و شوکت سے داخل ہوا۔ شاہی انعام و اکرام سے عمال حکومت کو مال مال کر دیا تمام باشندگان صقلیہ کے قلوب تھوڑے ہی دنوں میں مسخر کر لیے، داد و دہش سے ہر کس و ناکس ابراہیم کے اشاروں پر چلنے لگا۔

صقلیہ کی اسلامی فوج ابو مضر کی قیادت میں پہلے سے تیار تھی چنانچہ صقلیہ کے رومی مقبوضات کے چپہ چپہ کو زیر نگین کرنے کے لیے

اسلامی لشکر کو اپنی سرکردگی میں لیا اور جب ۲۸۹ھ میں بلرم سے روانہ ہو گیا۔ شہر بظہنق کا محاصرہ کر لیا اور بزور شمشیر شہر میں داخل ہوا اور اہل شہر کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا۔ یہاں کا انتظام کر کے طبرمین کی سمت بڑھا۔ اس کو سرتوسہ کے بھگوڑے رومیوں نے جمع ہو کر اپنا مرکز بنا لیا تھا، لشکر صرف درصفت مورچہ جاکے مسلمانوں سے مقابلہ کے لیے تیار ملا۔ ابراہیم نے فوراً اسلامی لشکر کو حملہ کا حکم دیا۔ مجاہدین نے اپنی سرفروشی کا وہ مظاہرہ کیا کہ رومی کھیرے لکڑی کی طرح کٹنے لگے آخر شہر رومی شہر کی طرف پسپا ہو کر بھاگے، ابراہیم بھی تعاقب کرتا ہوا چھانک تک پہنچ گیا اور پھر تمام مجاہدین طبرمین میں داخل ہو گئے۔ باشندوں نے پہلے سے راہ فرار اختیار کر لی تھی ساحل پر کشتیاں کھڑی تھیں موقع پاتے ہی اس میں سوار ہو کر جزیرہ کو خیرباد کہہ گئے۔ جو باقی رہ گئے تھے وہ قلعہ بند ہو کر مقابلہ پر آمادہ ہوئے، معمولی مقابلہ کے بعد قلعہ فتح ہو گیا ان میں سے بہت سے تہ تیغ کر دیے گئے اور جو بچ رہے ان کی بار بار کی شوراپشتی پر طوق غلامی ان کی گردنوں میں ڈال دیا۔ شہر اور قلعہ کی دولت و ثروت مسلمانوں کے قبضہ میں آئی۔ طبرمین سرزمین صقلیہ میں حکومت بیزنطینی قسطنطینیہ کا سب سے آخری باہکزار شہر تھا اس کے سقوط کے ساتھ ہی صقلیہ سے حکومت بیزنطینی کا جنازہ نکل گیا۔

قسطنطینیہ میں سقوط طبرمین کی خبر سے صف ماتم بچھ گئی، قیصر سوم نے سر سے تاج اتار کر پھینک دیا اور مسلمانان صقلیہ سے انتقام

لینے کے لیے فوج کی تیاری شروع کر دی۔ ابراہیم کو خبر لگی اس نے یہ خبر اڑا دی کہ اسلامی لشکر قسطنطنیہ پر حملہ کرنے آرہا ہے۔ قیصر نے اپنے مورچوں کی حفاظت پر فوج کو مامور کر دیا، شب و روز عربوں کے بیڑے کا انتظار ہونے لگا۔

ابراہیم نے چھوٹے چھوٹے قلعوں کی تسبیح کے لیے اپنے پوتے ابو مضر زیادۃ الشکر کو بھیجا شہر سقیش پر بلا مزاحمت کے ابو مضر نے قبضہ کیا اور اپنے دوسرے لڑکے ابوالاعلیٰ کو ویش بھیجا اس نے بھی بلا دقت کے شہر پر قبضہ جمایا۔ اسی طرح رمطہ، لیاج پر ابو حجر۔ سعدون ابلوی کو بھیجا اہل شہر نے جزیہ کی شرط پر صلح کرنا چاہی مگر ابراہیم نے قبول نہ کی اور ان کو قلعوں سے باہر نکال دیا، اور قلعے مسمار کر دیے گئے۔ لیاج رومیوں کا آخری ماں تھا۔ اب حکومت بیزنطینی کا نام و نشان نہ رہا۔ صقلیہ کے چہ چہ پر اسلامی رات لہرانے لگا۔ قاضی اسدین فرات کے ہاتھوں سے فتح صقلیہ کی اصل مہم شروع ہوئی اور ابراہیم بن احمد اعلیٰ والی افریقہ کے ہاتھوں پورے اٹھتر برس میں اتمام کو پہنچی۔

اب ابراہیم نے جنوبی اٹلی کے مقبوضات کی طرف توجہ منعطف کی طبرین سے مسینا پہنچا اور صوبہ قلوریہ (کلیریہ) روانہ ہوا یہاں پہنچ کر اسلامی لشکر کے دستے جا بجا پھیلا دیے۔ جہاں جہاں نصرانی فوجیں مقابلہ میں آئیں سپاہیوں نے کشتہ پر معرکہ کارزار گرم ہوا کہ ابراہیم مرض اسہال میں مبتلا ہو گیا۔ جب حالت دگرگوں ہونے لگی اور زندگی سے

میاوس ہو گیا تو ابو مضر زیادۃ اللہ کو فوج کی قیادت سپرد کی اور والی صقلیہ مقرر کیا۔ شب شنبہ ۱۹ ذیقعدہ ۲۸۹ھ کو ابراہیم کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ ابو مضر نے کسنتہ کے محاصرہ کو یکسو کرنا چاہا مچھورین نے دوبارہ صلح کا پیغام دیا جزیہ کی شرط پر درخواست منظور کر لی گئی اور محاصرہ اٹھا لیا گیا۔ اور اسلامی لشکر کو اطراف و جوانب سے جمع کر کے جد امجد کی لاش کو لے کر ابو مضر بلرم چلا آیا۔ اور ابراہیم کی تجہیز و تکفین کے مراسم ادا کیے اور عالی شان مقبرہ اس کی قبر پر تعمیر کرا دیا۔

ابو مضر نے قصر حکومت میں رنگ ریلیاں منانا شروع کر دیں۔ شب و روز شراب میں ڈھکت رہتا۔ اس کے عینش و عشرت کی خبر ابو العباس فرمانروا نے افریقہ کو پہنچی اس نے ابو مضر کو افریقہ بلا کر قید خانہ میں ڈال دیا اور اس کے بجائے محمد بن سرقوسی کو صقلیہ کی ولایت سپرد کی۔

## محمد بن سرقوسی

محمد بن سرقوسی نے ۲۹۰ھ میں صقلیہ کی حکومت سنبھالی چند ماہ بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ ابو مضر نے قید خانہ میں اپنے باپ ابو العباس کے خلاف سازش کر کے تین صقلی غلاموں کے ذریعہ شب چہار شنبہ شعبان ۲۹۰ھ میں قتل کرا ڈالا اور خود تختِ حکومت پر قابض ہو گیا، اور سب سے

۱۸۱ ص - البیان المغرب

پہلے ابن سرقوسی کو معزول کیا اور اس کے بجائے علی بن محمد بن ابی الفوارس کو صقلیہ کا والی مقرر کر دیا۔ چند روز یہ والی رہا، ابو مضر نے احمد بن ابی احسین بن رباح کو ولایت صقلیہ سپرد کی لیکن احمد آخری اغلیبی والی ثابت ہوا۔

## احمد بن ابی احسین بن رباح

ابو مضر نے برسر حکومت آتے ہی افریقہ میں کشت و خون کا بازار گرم کر دیا، ملک اس کے خلاف ہو گیا، اس اپنے خیر خواہ اقارب تک کو قتل کر دیا، نظم و نسق بگڑنے لگا۔ یہ لہو و لعب میں مبتلا تھا، ارکان حکومت اس سے پزار کھتے ادھر دعوت اسمعیلی شباب پر پہنچ چکی تھی، اغالبہ کا راست راست احوال جو اس تخریب کو دباٹے ہوئے تھا، اس کو بھی مروا چکا تھا اب اس سیلاب کو روکنے والا کوئی نہ تھا۔ اس زمانہ میں داعی دعا ابو عبد اللہ یمنی نے فرقہ اسماعیلی شعی کے امام ابو عبید اللہ الہمدی کو افریقہ بلا لیا اور اس کو بادشاہ بنا کر بربریوں کا لشکر لے کر دولت اغلیبیہ کے ملک فتح کر لیے۔ ابو مضر میں مقابلہ کی طاقت ہوتے ہوئے وہ بردلی دکھا گیا۔ اور تاج و تخت چھوڑ کر ۲۶ جمادی الآخر ۲۹۶ھ کو اغالبہ کا یہ آخری تاجدار قصر شاہی سے جس قدر دولت و ثروت کا انبار ساتھ لیجا سکتا تھا اونٹوں پر لاد کر اہل و عیال کو چھوڑ کر رقادہ سے فرار ہوا۔



ابومضمر کے جانے کے بعد ابراہیم بن ابی اغلب نے باشندگان قیروان سے حلفِ اطاعت لیا اور اسمعیلی فوج کے مقابلہ کے لیے آمادہ کیا، مگر وہ لوگ جلد منحرف ہو گئے۔ ابراہیم نے بھی قیروان سے ترکِ وطن کیا اور ابومضمر سے جا ملا۔

## آخری اعلیٰ تاجدار کا انجام

ابومضمر ابلس ہوتا ہوا مصر پہنچا، یہاں بھی چین نہ ملا، رملہ گیا یہاں ۲۹۶ء میں آغوشِ لحد میں جا کر سو رہا۔ دولتِ اقبالہ کا آفتاب اقبال جو ایک سو گیارہ سال اور چند مہینے تک سرزمینِ افریقہ کو اپنی تابانی و درخشانی سے منور کرتا رہا ۲۶۔ جمادی الاخریٰ ۲۹۶ء کو ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔

صقلیہ پر بھی ان حادثات اور انقلاب کا اثر پڑے بغیر نہ رہا۔ والی صقلیہ احمد بن ابی احسین بن رباح نے بہت کچھ حالتِ صقلیہ کی سنبھالنا چاہی مگر ابی الفوارس جو اس سے پہلے والی تھا اس نے عبید اللہ ہمدی سے ساز باز کر لیا اور اپنے ساتھیوں کو لے کر والی کے گھر کو گھیر لیا اور دھوکے سے گرفتار کر لیا اور اس کا مال و متاع سب لوٹ لیا یہ واقعہ ۱۱ رجب ۲۹۶ء کا ہے۔ احمد بن ابی احسین کو پابہ زنجیر افریقہ بھیج دیا۔

۱۔ تاریخ صقلیہ ج ۱۔ ص ۲۸۲

تاریخ صقلیہ

## علی بن محمد بن ابی القوارس

علی بن محمد نے اہل صقلیہ سے اپنی ولایت کے لیے محضرتیار کر کے عبد اللہ  
 ہمدی کے پاس بھجوا دیا۔ عبد اللہ نے درخواست منظور کر لی اور دولت  
 فاطمی افریقہ کا صقلیہ میں سب سے پہلا والی علی بن محمد مقرر ہوا اور سند  
 ولایت کے ساتھ بری و بحری حملہ جاری کرنے کا حکم دے دیا۔ مگر کچھ عرصہ  
 بعد ہی علی اپنی استدعا پر افریقہ پہنچا تو قید کر لیا گیا اور عبد اللہ ہمدی نے  
 اپنے خاص معتمد حسن بن احمد بن ابی النخزیر کو صقلیہ کی ولایت پر روانہ کیا۔

## دولتِ اغالہ

خلفائے بنو عباس نے اپنی سیاسی توجہ صرف مشرق ہی کی طرف رکھی  
 جہاں ان کی فتوحات کافی ہوئیں۔ اور مغرب، اندلس، صقلیہ وغیرہ کی طرف  
 زیادہ توجہ نہ کی۔ بلکہ شمالی افریقہ کی حد تک سیادت پر اکتفا کیا جس کا سبب  
 سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا تھا کہ اندلس میں ہشام بن عبد الملک اموی سویلی  
 خلیفہ دمشق کے پوتے عبد الرحمن الداخل نے اپنی عظیم حکومت قائم کر کے  
 دمشق بنی امیہ کی تلافی ہی نہیں بلکہ وقار اور عظمت میں اضافہ کیا اور ان کی  
 یاد تازہ کرادی۔ اس لیے بنو عباس نے معمولی کام کوشش کے بعد ہسپانیہ  
 کی سیادت سے ہاتھ اٹھالیا۔ اور افریقہ کو حسب حال اپنے ماتحت صوبہ

رکھا لیکن فی الحقیقت بنی عباس کی حکومت کا دائرہ شرقاً غرباً اتنا وسیع ہو گیا تھا کہ اس کی سنبھال بہت دشوار تھی۔ پھر بھی جتنے عرصہ تک اس وسیع حکومت کو ایک نظام کے تحت پُرا من رکھا گیا وہ کچھ کم تعجب خیز نہیں ہے۔ درحالیکہ آمدورفت اور معلومات اطلاعات کے ذرائع میں جو دشواریاں تھیں وہ محتاج بیان نہیں۔

چونکہ بنو عباس نے مشرق میں مزید فتوحات کی تھیں اس لیے وسیع تو وسیع تو ہو گئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ صوبوں کے حکمرانوں نے خود مختاری کا طریقہ اختیار کرنا شروع کیا۔ البتہ سکھ و خطبہ خلیفہ کے نام کا ہوتا تھا یعنی سیادت تسلیم کرتے ہوئے اندرونی طور پر سیاہ و سفید کے مالک تھے یہی صورت افریقہ کے صوبہ کی خلیفہ ہارون رشید کے زمانہ میں تھی اس لیے خلیفہ ہارون رشید نے بہترین سیاست سے کام لے کر افریقہ کے صوبہ کو ۱۸۳ھ مطابق ۸۰۳ء میں حکومت خود اختیاری دے کر ابراہیم بن اغلب کو اس کی امارت سپرد کر دی جس کی تفصیل خلافت بنی عباس اور تاریخ مصر میں لکھی جا چکی ہے۔

چنانچہ اعلیٰ گھرانے کے کل گیارہ امیر اس پر حکمراں ہوئے جنہوں نے پورے ایک سو بارہ سال حکمرانی کی۔ یہی وہ حکومت تھی جس نے اسلامی بصری سیادت کو خاص طور پر بحیرہ روم میں عروج پر پہنچایا اور جس نے جزائر سرڈانیہ، صقلیہ (سیسیلی)، اور مالٹا پر قبضہ کر لیا تھا، مورخین کا بیان ہے کہ مسلمانوں نے بصری قوت کے اعتبار سے کسی زمانہ میں وہ

شہرت نہیں حاصل کی جو ان کو اعلیٰوں کے زمانے میں ہوئی۔ اس عہد میں غلام زرافہ نے جس کو مغربی مورخین لیون طرابلسی لکھتے ہیں مشرقی بحیرہ روم اور بحر الجزائر میں شجاعانہ اور مدبرانہ حملہ کر کے حقیقی امیر البحری کا لقب حاصل کیا، اسی عہد میں ابو حفص عمر اندلسی بلوچی نے مغربی بحیرہ روم کو اپنے قبضہ میں کر کے بحری جنگ میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا۔ افریقہ میں بنو اغلب کی خود مختار یا آزاد حکومت ایک سو بارہ سال سے زائد نہ رہی اس کے بعد ۲۹۶ھ مطابق ۹۰۸ء میں بنو اغلب کے آخری حکمراں ابو النصر زیادۃ اللہ کی شراب خواری اور زیادتیوں نے اعلیٰوں کے عہد کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیا۔ ابو الفداء نے لکھا ہے کہ اس زمانہ میں جبکہ ابو النصر عیاشی کے ساتھ ظلم و زیادتیاں بھی کر رہا تھا، ابو عبد اللہ یعنی مغرب میں بنو فاطمہ کی طرف سے نہ صرف لوگوں کو دعوتِ شیعیت دے رہا تھا بلکہ ان کو حکومت کے مقابلہ کے لیے تیار بھی کر رہا تھا۔ ابو النصر کی محمور آنکھیں اس وقت کھلیں جب ابو عبد اللہ داعی کی تیاری مکمل ہو چکی تھی۔ تیرکمان سے نکل چکا تھا۔ کیونکہ ایک طرف تمام ملک اس کے لہو و لعب اور زیادتیوں سے عاجز، دوسری طرف بنو فاطمہ کا داعی مقابلہ کے لیے تیار۔ ابو النصر کی فوجی کارروائی مضرت ثابت ہوئی اور اس کو ملک چھوڑ کر کھاگنا پڑا۔ در بدر مارا مارا پھرا۔ مقتدر عباسی سے مدد مانگی جو ملی، لیکن وائے بر شراب و عیاشی جس نے غربت میں بھی ساتھ نہ چھوڑا لہذا وہ مدد بھی مفید نہ ہوئی اور اس کو مجبوراً ہمیشہ کے لیے نہ صرف اپنے

ملک کو خیر باد کہنا پڑا بلکہ فلسطین کے قصبہ رملہ میں پہنچ کر دنیا بھی چھوڑنی پڑی اس وقت سے افریقہ یا ٹیونس کی حکومت بنو قاطمہ کی طرف منتقل ہوئی۔  
 اعلیٰ خاندان جب تک صقلیہ پر صاحبِ اقتدار رہا مسلمانوں میں  
 جہاد کا شوق رہا اور جو شاہزادے یہاں والی ہو کر آئے ان میں ہر ایک فتوحات  
 کا شائق ہوتا اور اسلام پھیلانے کی کوشش کرتا۔ صقلیہ میں خفیت اور  
 مالکی مذہب کو فروغ تھا، جس کی ترویج فارخ صقلیہ قاضی اسد بن فرات  
 کے ذریعہ زیادہ ہوئی قاضی اور ان کے تبعین کلام و عقائد میں سلفِ صالحین  
 کے پیرو تھے یہ

## دولتِ اغالہ افریقہ

- ۱۔ ابراہیم بن اغلب ۱۸۳ تا ۲۹۶ ھ
- ۲۔ عبداللہ بن ابراہیم ۱۹۶ تا ۲۰۱ ھ
- ۳۔ زیادۃ اللہ بن ابراہیم ۲۰۱ تا ۲۲۳
- ۴۔ ابو عقیل اغلب بن ابراہیم بن اغلب ۲۲۳ تا ۲۲۶
- ۵۔ ابو العباس محمد بن اغلب ۲۲۶ تا ۲۴۲
- ۶۔ ابو ابراہیم احمد بن محمد ۲۴۲ تا ۲۴۹
- ۷۔ ابو محمد زیادۃ اللہ ثانی بن محمد بن اغلب ۲۴۹ تا ۲۵۰
- ۸۔ ابو عبداللہ محمد بن احمد بن محمد بن اغلب ۲۵۰ تا ۲۶۱

لے معالم الايمان جلد ۲ ص ۱۳۰ -

- ۹- ابراہیم ثانی بن احمد بن محمد بن اغلب ۲۶۱ تا ۲۸۹  
 ۱۰- ابوالعباس عبداللہ بن ابراہیم بن احمد ثانی ۲۸۹  
 ۱۱- ابومضر زیادة اللہ بن ابی العباس ۲۹۰ تا ۲۹۶

### ولایۃ صقلیہ

قاضی اسد بن فرات	۲۱۲ تا ۲۱۳	بانی حکومت صقلیہ
محمد بن ابی الجوارى	۲۱۳ تا ۲۱۴	جانشین
زمیر بن غوث	۲۱۴ تا ۲۱۷	"
محمد بن عبداللہ بن اغلب	۲۱۷ تا ۲۲۱	والی اول
ابوالاغلِب ابراہیم بن عبداللہ بن الاغلِب	۲۲۱ تا ۲۳۶	والی
عباس بن فضل	۲۳۷ تا ۲۳۷	والی
احمد بن یعقوب	۲۳۷	"
خواجه بن سفیان	۲۳۸ تا ۲۵۵	"
محمد بن خواجه	۲۵۵ تا ۲۵۷	"
رباح بن یعقوب		
حسین بن رباح		
عبداللہ بن محمد		
جعفر بن محمد		
اغلب بن محمد		

ابوالعباس بن ابراہیم  
محمد بن سرقوسی  
احمد بن ابی الحسن بن رباح۔

## حسن بن احمد بن ابی الخنزیر

حسن بن احمد بنو قاطمہ کے محسن قبیلہ کتامہ کا رکن رکن تھا، افریقیہ سے  
روایت ہو کر۔ ۱۔ ذی الحجہ ۲۹۷ھ کو مازربہنچا، پھر بلرم آیا۔ یہ پہلا شیعہ والی تھا  
اس نے حکومت صقلیہ کو مختلف صوبوں میں تقسیم کیا۔ بلرم، جرجنت، نصریہ،  
مسینا وغیرہ صوبے قرار پائے۔ جس سے وحدت قومی و ملکی کا خاتمہ ہو گیا  
جرجنت کا عامل ابی الخنزیر کا بھائی تھا۔ ہر صوبہ کا جدا جدا والی مقرر  
کیا اور سرکاری مذہب شیعہ قرار دیا۔ سابق قاضی صقلیہ کو معزول کر کے ایک  
شخص اسحاق بن منہال محکمہ قضا پر مقرر کیا۔ ابی الخنزیر کے اس انداز کی حکمرانی سے  
عوام میں اس والی سے نفرت کی لہر دوڑ گئی۔ بلکہ ۲۹۸ھ میں مشرقی صقلیہ  
میں اہل و نسل نے بغاوت کر دی۔ ابن ابی الخنزیر نے فوجی طاقت سے  
بغاوت فرو کی اور بہت سے حق پرست باشندوں کو قید کر لایا، جس کا  
نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانان صقلیہ اس کو بری نگاہ سے دیکھنے لگے۔ بلکہ ایک  
مرتبہ عوام غلط فہمی سے اس پر حملہ آور ہوئے، یہ محل سے کودا جس سے

۱۵ ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۳۸۔

پیر کی ہڈی ٹوٹ گئی اور گرفتار ہو گیا۔ یہ تمام حالات ہمدی کو بھیج دیے گئے اس نے اس کو معزول کر دیا۔ علی بن عمر البلوی کو والی مقرر کیا یہ ۲۷ ذی الحجہ ۲۹۹ھ کو صقلیہ پہنچا، مگر سنی شیعہ کا جھگڑا ابن ابی انخزیر یہاں اٹھا چکا تھا جو اس حد تک بڑھ گیا کہ دولتِ فاطمی کے خلاف علانیہ علم بغاوت بلند ہو گیا اور ابن عمر البلوی روپوش ہو کر جان بچالے گیا۔ مسلمانانِ صقلیہ نے فاطمی علم کو سرنگوں کر کے صقلیہ سے اپنے زعم میں دولتِ فاطمی کا خاتمہ کر دیا، اور اپنا والی صقلیہ کے ایک رئیس احمد بن زیادہ اللہ بن قریب کو مقرر کر لیا۔ یہ خاندانِ اغالبہ سے تھا۔

## احمد بن زیادہ اللہ بن قریب

احمد نے ایک آزاد و خود مختار فرمانروا کی حیثیت سے حکومت ہاتھ میں لی صقلیہ کا چیمپینس کا مطیع و منقاد ہو گیا۔ پہلا کام یہ کیا کہ خلیفہ وقت المقتدر باللہ عباسی سے ولایتِ صقلیہ کی اجازت منگالی اور مساجد میں خلیفہ کا خطبہ میں نام لیا جانے لگا۔ ابن قریب نے اپنے بیٹے محمد کو بحری بیڑے کر فریقہ روانہ کیا۔ محمد ابن قریب نے صقلیہ کے بیڑے سے ساحلِ لمطہ پر پہلے سے عبید اللہ ہمدی کا بیڑہ موجود تھا، اس پر حملہ کیا اور اس کو شکست دی۔ فاطمی بیڑہ تباہ ہو گیا۔ ابن ابی انخزیر قتل ہوا۔ پھر طرابلس الغرب کی جانب امیر البحر محمد بن احمد زیادہ اللہ گیا، وہاں القائم مورچہ جہازے موجود تھا، اس لیے محمد جہاز لے کر صقلیہ واپس چلا آیا۔



ابن قریب نے جنوبی اٹلی پر تاخت کی، قلو ریبہ پر کامیابی ہوئی، مال غنیمت لے کر لوٹا۔ ان فتوحات سے ابن قریب کی ہمت بڑھ گئی اور وہ افریقہ کی فتح کے خواب دیکھنے لگا۔ ایک عظیم الشان بیڑہ تیار کر کے افریقہ روانہ ہوا۔ افریقہ میں اغالہ کا بیڑہ جو دنیا میں عظیم الشان تھا مہدی کے قبضہ میں تھا۔ اس سے صقلیہ کا بیڑہ کیا مقابلہ کرتا، گرفتار ہو گیا۔ ادھر صقلیہ میں ابن قریب سے عوام باغی ہو گئے، ابو العفار کو امیر بنا لیا۔ پھر ہردو میں جنگ ہوئی، آخر میں ابن قریب گرفتار کر کے مہدی کے پاس بھیج دیا۔ قاضی ابن حامی ساتھ تھا۔ عبید اللہ مہدی نے ابن ابی انخزیر کی قرباب سلم پر لیجا کر ہاتھ پیر کاٹ کر مصلوب کر دیا۔ ابن قریب صقلیہ پر تین برس گیارہ ماہ حکمراں رہا۔

مسلمانان صقلیہ نے ابن قریب کے استیصال کے بعد ابو العفار کی اطاعت قبول کی اور اس کے تقریر کی درخواست افریقہ بھیجی۔ عبید اللہ مہدی نے درخواست مسترد کر دی اور ابو سعید موسیٰ بن احمد کو مع زبردست لشکر کے ولایت صقلیہ پر مامور کیا۔

## ابو سعید موسیٰ بن احمد

ابو سعید قبیلہ کتامہ کے جرار سپاہیوں کا لشکر لے کر طرابلس پہنچا۔ مگر باشندگان صقلیہ نے خیر مقدم نہیں کیا۔ البتہ جرجنت سے ایک وفد آیا اس کو خلعت و انعام و اکرام سے نوازا۔ اہل صقلیہ اپنی حرکت پر نادم ہوئے

ایک دن ابو الغفار گرفتار کر لیا گیا۔ اس واقعہ سے سارے جزیرہ میں آگ سی لگ گئی، اس کا بھائی احمد جرحبت پہنچا اور فوج کی لمان لے کر والی صقلیہ سے معرکہ آرا ہوا، خونریز لڑائیاں ہوئیں۔ اہل بلرم نے بھی بغاوت کر دی۔ جنگ کا سلسلہ طول پکڑتا گیا۔ ابو سعید نے قبیلہ کتامہ کے وحشی جاہل درندوں کو طرابلس کے مصافحات میں بھیج دیا اور صقلیہ کی شریف آبادیوں میں سے عورتوں اور بچوں کو پکڑ بلوایا، عورتوں کی عصمت دری کرائی، یہ اس سے اور منافرت بڑھ گئی، مگر باغیوں کی قوت کمزور ہوتی گئی، مجبور ہو کر ہتھیار ڈال دیے۔ احمد اور ابن علی دادا السفارینی جو سرغنہ تھے گرفتار کرادیے گئے، جنگ کا خاتمہ ہو گیا، طرابلس کی آبادی کو تہ تیغ کر کے گرفتار باغیوں کو جہاز میں سوار کر کے افریقہ روانہ کیا جو راہ میں ڈبو دیا گیا۔

قیام امن و امان کے بعد ابو سعید قیروان چلا گیا اور اپنی جگہ سالم بن ابی راشد کو والی مقرر کر گیا۔ اس نے کامل آٹھ سال امن و امان کے ساتھ حکمرانی کی پھر جنوبی اٹلی کی طرف متوجہ ہوا، کیونکہ افریقہ سے ایک بیڑہ قائد قوارب کی سرکردگی میں آیا اور اس نے ریو میں اسلامی اقتدار قائم کیا، اس کے بعد سلمہ میں فوجی بیڑہ امیر العسکر مسعود کی سرکردگی میں آیا اس میں بیس جہاز تھے، اٹلی کے شہر افاتی پر حملہ آور ہوا اور کامیاب ہوا۔ فتحمدی کے بعد مدیہ چلا گیا۔ عبید اللہ حمدی نے اپنے حاجب ابو احمد جعفر بن عبید کی سرکردگی میں زبردست بیڑہ روانہ کیا۔ سالم والی صقلیہ بھی اس کا شریک ہو گیا

لہ تاریخ صقلیہ ج ۱ ص ۳۱۶      ۵ ابن اثیر ج ۸ ص ۵۵۔

ہر دو نے برصیانا اور شہرواری فتح کر لیے، دس ہزار عیسائی گرفتار ہوئے، بے حد  
 حساب دولت جعفر کے ہاتھ آئی جو عبید اللہ کی خدمت میں پیش کی گئی ۳۱۵ھ  
 میں نوجوان صقلی صارب چوالیس ہزاروں جہازوں کا بیڑا لے کر صقلیہ پہنچا یہاں  
 سے اٹلی گیا، صوبہ انکبر دو کے ایک شہر نرنٹیو پر لنگر انداز ہوا متعدد محاصرے  
 آرائیاں ہوئیں مال غنیمت اور قیدیوں کو لے کر ہمدیہ چلا گیا دو بار صارب  
 ۳۱۶ھ میں طارنت کا محاصرہ کیا اور دوبارہ فتح کر لیا۔ قلعہ غیران اور  
 حسب مفتوح کر لیے قلعہ کی املاک پر قبضہ کیا۔ پھر اورنت کا محاصرہ کیا،  
 ناکام لوٹنا پڑا۔ پھر حکومتِ قلوریہ سے ایک سال کے لیے معاہدہ کر لیا۔  
 تیسری مرتبہ رومی افسر سروغوس سے مقابلہ ہوا اور اس پر فتح پائی اس کے  
 بعد ترمولہ کو تسخیر کیا۔ غرضکہ ۳۱۷ھ سے ۳۱۸ھ کی ان مسلسل پیش قدمیوں  
 سے اٹلی میں تہلکہ مچ گیا۔ بالآخر حکومتِ قلوریہ نے سپردال دی اور خزیہ  
 کی ادائیگی پر صلح ہو گئی۔ ۱۵۔ ربیع الاول ۳۲۲ھ کو عبید اللہ ہمدی انتقال  
 کر گیا۔ ابوالقاسم القائم بامر اللہ اس کا جانشین ہوا۔ اس کے عہد میں  
 یعقوب بن اسحاق کی سرکردگی میں بحری مہم جنووا کے قصد سے روانہ  
 ہوئی۔ سردانیہ کو فتح کیا اور پھر کورسیکا پہنچے، یہاں رومی ہمار لنگر انداز  
 تھے ان کو نذر آتش کیا اور جنووا پہنچ کر محاصرہ کر لیا، آخر میں یہ بھی اسلامی  
 اقتدار میں آ گیا۔ ایک ہزار حسین لوندیاں اور دولت کا انبار جہازوں  
 میں بار کر کے یعقوب ہمدیہ چلا آیا۔ صقلیہ میں سالم نے جبروت شد کا بازار  
 گرم کر رکھا تھا، اس کے خلاف ملک میں عام بغاوت پھیل گئی جرجنت

کے گورنر ابی احمد کو باغیوں نے نکال دیا۔ قلعہ بلوط کا حاکم ابن عمران بھی بے دخل کر دیا گیا۔ سالم فوج لے کر گیا مگر باغیوں سے شکست کھائی پھر خود فوج مرتب کر کے پہنچا۔ اہل جر حنٹ جنگ میں پسپا ہو گئے یہاں کا انتظام مکمل ہونے بھی نہ پایا تھا کہ بلرم میں اسحاق بستانی اور محمد بن حمود نے سالم کے خلاف بغاوت پھیلادی۔ سالم کو خبر لگی وہ اس طرف آیا مگر سخت مقابلہ کا سامنا کرنا پڑا اس نے تمام حالات کی اطلاع افریقہ روانہ کی۔ قائم نے خلیل بن اسحاق کی سرکردگی میں اہل صقلیہ کی گوشمالی کے لیے لشکر روانہ ہونے کا حکم دیا، ادھر اسحاق بستانی نے ایک وفد مع عرضداشت کے قائم کے پاس بھیجا جس میں سالم کی شکایات اور قائم کی اطاعت کا ذکر تھا چنانچہ قائم نے خلیل کو سالم کی معزولی کا پروانہ دیا اور خلیل ہی کو ولایت صقلیہ سپرد کی۔

### ابوالعباس خلیل بن اسحاق طرابلسی

ابوالعباس افریقہ کے ذی اثر ممتاز علماء میں تھا۔ علم ادب اور تصوف کا بڑا ماہر تھا۔ قائم کے ساتھ مصر کے حملہ میں شریک رہا، محکمہ خراج کا افسر ہو گیا پھر افریقہ اور مصر کی بحری فوج کا افسر علی ہو گیا۔ عبید اللہ ہمدی کا مغرب بن گیا، اس کی شان میں قصائد بھی لکھے پھر ہمدی اس کا دشمن ہو گیا، قائم کی وجہ سے جان بچی کہ خود قائم حکمراں ہو گیا تو اس نے صقلیہ کا اس کو والی مقرر کر دیا۔ یہ افریقہ سے ۳۳۵ھ میں روانہ ہوا اور ایک ماہ

بعد ساحلِ بلرم پر جہاز سے اترا اہل بلرم نے خیر مقدم کیا اور اطاعت و فرمانبرداری کا مظاہرہ دکھایا، پھر جرجنت سے بھی وفد آیا اور خلیل کے مطیع و منقاد رہنے کے حلف اٹھائے۔ خلیل نے تمام عمالِ سالم کو معزول کیا اور نئے عامل مشورہ سے مقرر کیے۔ سالم نے یہ رنگ دیکھ کر خلیل کے خلاف افواہیں پھیلانی شروع کیں۔ لوگ خلیل کے مخالف ہو گئے۔ خلیل نے بجائے باغیوں کو سرزنش کرنے کے بلرم کے قریب ایک نیا شہر تعمیر کرنے لگا۔ اپنا محل اور امرار کے مکانات، ایوانِ حکومت قید خانہ اور سرکاری دفاتر، دارالصناعہ یہاں تعمیر کیے اور فصیلِ بلرم کو منہدم کر کے اس کے ملبہ سے اس شہر کے ارد گرد مضبوط دیوار بنوادی داخلہ کے چار بھاگ چاروں طرف لگا گئے۔ چند ماہ میں یہ سلسلہ تعمیر اختتام کو پہنچ گیا۔ یہ جدید شہر ساحلِ سمندر پر واقع تھا۔ یہ خالصہ کہلاتا تھا۔ اہل جرجنت نے بغاوت کر دی۔ سرغنہ سالم تھا۔ خلیل فوج لے کر گیا مگر ناکام لوٹا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صقلیہ کے اکثر ممتاز شہر اور قلعے مازر، ابلاطنو، بلوط اور قلعہ ابی ثورہ وغیرہ باغی ہو گئے۔ ان مقامات سے حکومت کے تمام عمال اور فوج باہر نکال دی گئی۔ خلیل نے ہر ایک مقام پر فوج روانہ کی مگر ہر جگہ ناکام رہی۔ ادھر ملک میں فوج پڑ گیا۔ صقلیہ کے مسلمانوں نے اسلامی حکومت کے خلاف حکومتِ بیزنٹینی قسطنطنیہ سے امداد طلب کی باوجودیکہ اب بالکل بیزنٹینی حکومت کا تعلق صقلیہ سے

باقی نہ تھا یہ جو کچھ ہوا وہ سالم شیبی کی قوم و ملک فروشی تھی غرض کہ قسطنطنیہ سے رومی بیڑا کثیر فوج اور غلبہ کے ساتھ آیا۔

خلیل نے قائم کو یہاں کی تفصیل سے آگاہ کیا، اس نے عظیم الشان لشکر صقلیہ بھیجا یہاں سالم لقمہ اجل ہوا۔ خلیل کو اپنے ہم مسلک کے مرنے سے مسرت ہوئی۔ ادھر افریقہ سے لشکر آگیا تو خلیل نے منظم طریقے سے باغی شہروں اور قلعوں پر تاخت شروع کی یہ فوج کشتی کامیاب رہی بنی نطنی لشکر بھی پٹ پٹا کر چلتا بنا۔ یکے بعد دیگرے تمام باغی شہر اور قلعے خلیل نے سر کر لیے، آخر میں جرجنت کی طرف توجہ کی سخت محاصرہ کیا اور کمان فوج کی ابو خلف بن ہارون کو دے کر خود برم چلا آیا۔ جب جرجنت کے لوگ محاصرہ سے تنگ آگئے تو امراء و معززین نے خفیہ راستوں سے نکل کر عیسائی ملکوں کی راہ لی اور وہاں جا کر عیسائیت قبول کر لی یہ لوگ پہلے شیعہ ہوئے پھر عیسائی ہو گئے جو غربا بیخ رہے انہوں نے فوج کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔ ابو خلف نے جنگجو عنصر کو گرفتار کر کے خالصہ روانہ کر دیا۔ جرجنت کی اطاعت کے بعد پھر صقلیہ کے دوسرے شہروں میں حکومت کا اقتدار خود بخود قائم ہو گیا۔ یہ بغاوت چار برس رہی ہزاروں آدمی طرفین سے کام آئے ان غالبہ کے مقابلہ میں یہ تھے دولت عبیدین کے برکات۔

افریقہ میں بھی قبیلہ زناتہ نے بغاوت کر دی، ابو یزید خارجی سرگروہ تھا قائم نے خلیل کو افریقہ طلب کر لیا۔ زمام حکومت ابو عطات محمد بن اشعث

کے سپرد کردی۔ خلیل کا عہد بھی ظالمانہ رہا۔ جب افریقہ جانے لگا مسلمان  
 قیدیوں کو ساتھ لیتا گیا جس جہاز میں وہ سوار تھے راہ میں ان کو تیر  
 آب کر دیا۔

### ابوعطاف محمد بن اشعث الازدی

ابوعطاف نے عنانِ حکومت ۳۲۹ھ میں سنبھالی، القائم بامر اللہ  
 نے خلیل کی نامزدگی کو برقرار رکھا گو پیشرو والی نے یہاں کا سیاسی مطلع  
 ظلم و عدوان سے صاف کر دیا تھا مگر چوری ڈاکہ ریزہنی کا بازار گرم ہو گیا  
 جس سے ملک میں ہر طرف ہراس طاری ہو گیا۔ ابوعطاف نے حسن  
 تدبیر سے ان حالات پر قابو حاصل کر لیا۔ جب اس طرف سے سکون  
 ملا ملک کا نظم و نسق درست کیا جس سے ملک میں امن و امان قائم ہو گیا،  
 اس اثنا میں ۳۳۱ھ شوال ۳۳۲ھ کو قائم دنیا سے رحلت ہو گیا، اس کا جانشین  
 اسمعیل ہوا جو المنصور من اللہ کے نام سے مشہور ہوا مگر صقلیہ میں عیسائی  
 رعایا نے سالانہ خراج دینا بند کر دیا جس کا اثر خزانہ پر پڑا ابوعطاف کے  
 اور قبیلہ طبری کے چند معززین سے ان بن ہو گئی تو تمام قبیلہ نے عید الفطر  
 کے دن ابوعطاف پر حملہ کر دیا، اس کے ارد گرد جو محافظ دستہ تھا اس  
 کو تیر تیغ کر ڈالا، یہ جان بچا کر قلعہ بند ہو گیا۔ اہل بلرم بھی باغیوں کے ہم نوا  
 ہو گئے۔ ابوعطاف نے المنصور کو تمام حالات کی اطلاع دی اس نے

ایک آزمودہ کار قاسم حسن بن علی کلبی کو صقلیہ کا والی مقرر کر کے روانہ کیا۔

## ابوالغناکم حسن بن علی بن ابی الحسن کلبی

حسن بن علی افریقہ کے معزز قبیلہ بنو کلب کا ممتاز رکن تھا اور نہایت شجاع اور ذی فہم، اس نے ابو یزید خارجی کے قصہ کو ختم کیا تھا المنصور اس کی بڑی قدر کرنے لگا تھا۔ حسن افریقہ سے روانہ ہو کر کاسرہ میں صقلیہ پہنچا، پہلا قیام بندرگاہ مازر پر تھا، کوئی شخص پیشوا کی کو نہ آیا۔ شب میں حکومت کے چند وفادار پوشیدہ حسن کے پاس آئے اور قبیلہ طبری کے فتنہ سے آگاہ کیا اور مقامی سیاست کے راز ہائے سرستہ اس کے سامنے کھولے، ان کے جانے کے بعد سرکش قبیلہ کے چند لوگ مع سرخیل جماعت اسمعیل بن طبری حسن سے آکر ملے یہ ان سے بری خندہ پیشانی سے ملا۔ اسمعیل نے علی بن طبری اور محمد بن عبدون کو افریقہ بھیجا تھا کہ منصور حسن کو واپس بلا لے، چنانچہ یہ خبر بھی حسن کو مل چکی تھی، پھر بھی وہ مدارات سے پیش آیا اور ان کو رخصت کر کے بلوم پہنچا، ان سب نے خیر مقدم کیا۔ اسمعیل نے یہ حالت دیکھی تو پیش پیش ہو گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد اسمعیل نے ایک فتنہ اور کھڑا کیا۔ حسن کے غلام کو متہم کر کے شہرت دی۔ فریادی حسن کے پاس پہنچے حسن کو غلام کی نیک عملی کا علم تھا پر اس کو قتل کر دیا۔ اس کے عدل و انصاف کی شہرت تمام

لہ ابن اثیر ج ۸ ص ۳۳۱ -



صقلیہ میں پھیل گئی، ادھر منصور نے حسن کو اطلاع دی کہ صقلیہ سے جو وفد آیا ہے اس کو قید میں ڈال دیا گیا، وہاں ان کے ساتھیوں کا جلد خاتمہ کر دو۔ چنانچہ فتنہ پردازوں سے روالبط بڑھا کر ایک دن سب کو بلا کر جیل میں ٹھونس دیا اور ان کا مال و اسباب بحق حکومت ضبط کر لیا گیا تمام اہل صقلیہ ان کے استیصال پر طاعت گزار ہو گئے۔

بیزنطینی بحری بیڑہ حملہ آور ہوا، حسن نے اپنے بحری بیڑے سے مقابلہ کر کے اس کو شکست دی اور بعض مقامات اٹلی کے اپنے قبضہ میں کر لیے ان میں ریو کے علاقہ کا خوبصورت شہر جراجہ بھی تھا اہل جراجہ نے جزیرہ پر طاعت قبول کر لی۔ دوبارہ قلو ریہ پر ۳۳۳ھ میں منصور کے حکم سے حملہ کیا۔ شہنشاہ قسطنطین ہفتم پارفریو جنٹس نے منصور سے عارضی صلح کر لی جس کی وجہ سے حسن رک گیا البتہ ریو میں مسجد تعمیر کی گئی جو مسلمانان صقلیہ کی فتوحات کی ایک شاندار یادگار اٹلی میں قائم ہو گئی۔

۳۳۱ھ میں منصور بھی انتقال کر گیا، اس کا لڑکا معد المعز دین اللہ کے لقب سے تخت حکومت پر بیٹھا۔ حسن اپنے لڑکے ابو الحسن احمد کو اپنا قائم مقام والی صقلیہ کر کے اٹلی کی فتوحات کا مال غنیمت اور امدادی فوج کے سپہ سالار فرج صقلی کو لے کر ۳۳۲ھ میں افریقہ پہنچا۔ المعز نے حسن کی بڑی قدر دانی کی اور ابو الحسن احمد کو والی صقلیہ مقرر کر کے فرمان ولایت لکھ کر بھیج دیا۔ یہ حسن کو افریقہ میں حکومت کی خدمات سپرد کر دی گئیں۔

اسی زمانہ میں خلافت ہسپانیہ سے اور المعز سے چھڑ گئی ہسپانیہ کا بیڑا آیا۔ حسن کی سرکردگی میں المعز کا بیڑہ برسرِ بیکار ہوا، ہردو میں خونریز جنگ ہوئی۔ اس کی تفصیل تاریخ مصر میں بیان ہو چکی ہے

حسن نے افریقہ سے اٹلی پر پھر تاخت کی، دوسرا بیڑہ افریقہ سے گیا۔ حسن کا بھائی عمار امیر البحر تھا، راہ میں طوفان آیا، بیڑہ تباہ ہو گیا۔ حسن کا ارادہ یہ تھا کہ صقلیہ کی حکومت موروثی ہو جائے، چنانچہ اس نے احمد کو بلایا صقلیہ کے تیس عمائد بھی اس کے ساتھ تھے احمد جمع جماعت کے حسن کے توسل سے المعز کی خدمت میں باریاب ہوا۔ اور خلافت فاطمی کی بیعت کی، اس کے بعد احمد لوٹ آیا۔ حالات امن و سکون سے گزر رہے تھے۔ اوٹھو اعظم نے صقلیہ کے بعض قلعوں کو لینا چاہا مگر مقابلہ میں اس کو ناکامی ہوئی، طبرین میں سے عیسائی خارج کر دیے گئے اور وہاں اسلامی آبادی قائم کر دی گئی۔ حکومت بنی نطنی نے عظیم الشان بیڑہ بھیجا۔ حسن اور ابن عمار اپنے بیڑے کو لے کر مقابل ہوئے رومیوں کی پوری قوت اس معرکہ میں ٹوٹ گئی اور اس طرح صقلیہ کا کل علاقہ مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔ اس کے بعد حسن کلبی کا انتقال ہو گیا۔

ایک سو اسی سال کی مسلسل تگ و دو کے بعد جو ۱۲۱۲ء سے شروع ہو کر ۱۲۵۷ء پر ختم ہوئی اور صقلیہ کی تسخیر پاپیہ تکمیل کو پہنچ گئی۔  
انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا کا مقالہ نگار لکھتا ہے:  
اب پورا جزیرہ ایک عربی جزیرہ تھا جس نے ایک خالص

اسلامی حیثیت اختیار کر لی۔

حکومت بیزنطینی میں مقابلہ کی طاقت باقی نہ رہی تو قیصر روم  
 نقفور (فوکس) نے المعز سے دوستانہ تعلقات قائم کرنے کی استدعا کی  
 المعز نے فرخ دلی سے پائیدار صلح نامہ کر لیا باہم تحالف کے تبادلے ہوتے  
 تھے۔ طبرین اور رطہ جہاں سے عیسائی نکال دیے گئے تھے، المعز نے ان  
 شہروں کو عیسائیوں کے سپرد کرنا چاہا اور احمد کو حکم دیا۔ اس نے دونوں  
 شہروں کو بزور شمشیر فتح کیا تھا، ناگوار گزرا اور اس نے اپنے بھائی ابوالقاسم  
 کو بھیج کر شہر مسلمانوں سے خالی کرانے اور مسمار کر اکر آگ لگوا دی۔ المعز نے  
 احمد کو معزول کر کے افریقہ بلا کر دوسرے اعلیٰ عہدے پر سرفراز کیا اور کلبی  
 خاندان کے مولیٰ بعیش کو صقلیہ کا والی مقرر کر دیا بعیش حسن کا غلام تھا مگر  
 صاحب اقتدار مگر اہل صقلیہ نے اس کی مخالفت کرنی شروع کر دی امن وامان  
 خطرہ میں پر گیا۔ المعز کو خبر ہوئی بعیش کو معزول کر کے احمد کو اس کی جگہ پر فائز  
 کیا مگر احمد مصر کی فتح میں لگا ہوا تھا اس کے بجائے اس کے بھائی ابوالقاسم  
 کو صقلیہ بھیج دینا چاہا۔ احمد مصر سے لوٹا، طرابلس الشام کے ساحل پر ۳۵۹ھ  
 میں وفات پائی۔ المعز نے ابوالقاسم کو فرمانِ تقریر بھیج دیا اور وہ ۳۶۰ھ  
 میں صقلیہ پہنچا۔

المعز کے قائد جو ہر صقلی نے مصر کو فتح کرنے کے بعد قاہرہ کو تعمیر کیا اور  
 المعز کو وہیں بلا لیا تو المعز نے افریقہ کی ولایت سے صقلیہ اور طرابلس المغرب

وغیرہ کو الگ کر دیا اور ایک مساوی درجہ حکومت تسلیم کر کے اس کو مستقل طور پر آل حسن یعنی کلبین کے سپرد کر دیا اور اپنی نگرانی میں صقلیہ کا ایک خود مختار فرمانروا تسلیم کیا۔ المعز نے ۱۱۔ ربیع الاخر ۳۶۵ھ میں انتقال کیا۔

## ابوالقاسم بن حسن کلبی فرمانروائے صقلیہ

ابوالقاسم نے مستقل فرمانروائی کا آغاز کیا، خلافت مصر سے صرف اس قدر تعلق تھا جیسا اغالہ کا خلفائے بنو عباس سے۔ ابوالقاسم کا عہد المعز کے زمانہ میں سکون و اطمینان سے گزارا معز کا جانشین نزال الخزیز باللہ ہوا۔ اوکتودوم نے پھر حاکمیتیں کرنا شروع کیں، اور لشکر صقلیہ بھی اہل مسینا کے عیسائی اس کے دام میں پھنسے اور لشکر کو اپنے پاس کھرا یا۔ مگر ابوالقاسم نے یہ رنگ دیکھ کر جہاد کا اعلان کیا مسلمان جو درجہ جہاد کی شرکت کے لیے فوج میں داخل ہو گئے۔ جب یہ مجاہدین کا مقدس لشکر رمضان میں مسینا پہنچا سو رمارومی اور فتنہ جو عیسائی مسلمانوں کی آمد کی خبر سن کر آہٹے مسینا عبور کے اہلی چلتے ہوئے مگر ابوالقاسم نے مسینا پہنچ کر عنان توجہ اہلی کی طرف کی اور کسنتہ پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا۔ اہل کسنتہ نے زر نقد ادا کر کے صلح کر لی ابوالقاسم نے دوسرے قلعہ جلو کو بھی اسی طرح زیر نگین کیا برلولہ اور قلوریہ میں دستے بھیجے جنہوں نے کافی مال غنیمت حاصل کیا اور عیسائیوں کو بکیر لائے۔ غرضکہ کامیابی کے بعد ابوالقاسم

بلرم واپس آگیا اور رملہ کو ۱۶۳۶ھ میں نئے سرے سے تعمیر کیا اور ایک  
 فوج یہاں متعین کی پھر ابوالقاسم جہاد کے لیے روانہ ہوا، شنت اغاثہ کا  
 قلعہ ہاتھ لگا۔ اس کے بعد نازٹو کو قبضہ میں لایا اور شہر کو برباد کر کے  
 عیسائیوں کے فوجی گڈھ کا خاتمہ کر دیا۔ پھر شہر اور نت اور شہر غرنیلہ کو  
 تاراج کر ڈالا اور باشندے اطاعت گزار بن گئے پھر بلرم لوٹ آیا۔  
 اوٹھو دوم نے عظیم الشان لشکر لے کر بلیطو پر حملہ کر کے قبضہ کیا، مسلمان  
 نہ کر سکے اور ابوالقاسم کے سر پر قضا منڈلا رہی تھی وہ ایک موقع پر رومی  
 فوج کے ہاتھوں گھر کر شہید ہو گیا مگر اس کے ساتھی مسلمانوں نے رومیوں  
 سے انتقام لے لیا اور اس قدر عیسائی تہ تیغ کیے کہ یہ رنگ دیکھ کر اوٹھو دوم  
 نے راہ فرار اختیار کی اور اس صدمہ میں ۹۸۳ھ میں مر گیا۔ ابوالقاسم نے  
 بارہ سال پانچ ماہ شاندار حکمرانی کی۔ وہ نیک سیرت، حلیم و بردبار عادل،  
 منصف مزاج، امن پسند فرمانروا تھا ذاتی فضائل میں بھی بیگانہ تھا  
 علماء اور اہل علم کا قدردان۔ وفات کے بعد درہم و دینار سپانڈوں کے  
 لیے کچھ نہ چھوڑا اور نہ کوئی ذاتی ملکیت تھی، جو تھی وہ زندگی میں عشر باو  
 مساکین کے لیے وقف کر دی۔ اس کے انتقال کا اہل عقلیہ کو بڑا  
 صدمہ پہنچا۔

## جابر بن ابوالقاسم کلبی

جابر اپنے باپ کا جانشین اٹلی ہی میں ہو گیا تھا مگر تدریجاً دور اندیشی

اس میں نہ تھی ملک کو نہ سنبھال سکا فوج میں بغاوت اس کے خلاف پھیل گئی۔ دربار مصر کو شکایات پہنچیں۔ العزیز نے اس کو معزول کر دیا۔ ۳۷۲ء سے ۳۷۳ء تک صقلیہ کی حکمرانی کی اس کے بجائے اس کا چچا بھائی جعفر بن محمد کلی مقرر ہوا۔ جعفر مصر میں شعبہ وزارت کے کسی عہدہ پر فائز تھا۔ صقلیہ پہنچ کر جابر سے حکومت کا جائزہ لے لیا یہ

## جعفر بن محمد کلی

جعفر ہوشمند مدبر تھا حکومت کی تمام بد انتظامیوں کی اصلاح کی انتظام مملکت میں مصروف ہو گیا۔ اس کے زمانہ میں صقلیہ میں امن و امان رہا خود یہ اہل علم سے تھا، علماء و فضلا کا قدردان تھا، اہل علم و شعراء سے اس کا دربار بھرا رہتا تھا۔ انہیں انعام و اکرام سے مالا مال کرتا اس کے عہد میں علی فصنا پیدا ہو گیا۔ ۳۷۵ء میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کا بھائی عبداللہ بن محمد کلی تخت حکومت پر بیٹھا، گو حسن تدبیر اور مال اندیشی میں یگانہ تھا پر چار برس حکمرانی کر کے ۳۷۹ء میں فوت ہو گیا۔ مگر اس نے اپنے عین حیات میں اپنے لڑکے ابو الفتوح کو اپنا جانشین بنایا۔

## ثقة الدولہ ابو الفتوح یوسف بن عبداللہ کلی

العزیز باللہ نے تخت نشینی کی توثیق کر دی اور ثقة الدولہ لقب عطا

کیا۔ حکومت کے نظم و نسق کو درست کر کے اٹلی کے مقبوضات پر متوجہ ہوا، ایک ایک ریاست سے نبرد آزما ہو کر سب کو زیر کر لیا۔ اٹلی کی تمام عیسائی حکومتیں اس کے سامنے سر نیاز جھکانے لگیں جس سے مسلمان ایطالیہ میں امن و امان کی زندگی بسر کرنے لگے اس کے ساتھ ہی اس کی تجارت اور صنعت و حرفت کو فروغ ہونے لگا۔ ابو الفتح ارباب علم و فضل کا قدردان تھا اس کے عہد میں علم و فن اور شعر و ادب کا مرکز صقلیہ بن گیا تھا۔ العزیز نے ۳۸۶ھ میں انتقال کیا۔

العزیز کے جانشین الحاکم فاطمی نے ثقہ الدولہ کی ولایت کی تصدیق کا فرمان بھیج دیا۔ یکا یک اس پر فالج کا حملہ ہوا اس نے اپنے بیٹے جعفر کو حکومت صقلیہ پر سرفراز کیا اور خود گوشہ گیر ہو گیا۔

## تاج الدولہ سیف المملکہ جعفر بن ابو الفتح کلبی

الحاکم عبیدی نے تاج الدولہ جعفر کی ولایت کی تصدیق کے ساتھ لوٹے فاطمی اور تاج الدولہ سیف المملکہ کے لقب سے منقر کیا۔ ۳۸۸ھ میں عنان حکمرانی ہاتھ میں لے کر کروفر و شان و شوکت کے ساتھ ولایت صقلیہ کے فرائض ادا کرنے لگا ابو الفتح تمام صقلیہ میں امن و امان کی بنیادیں قائم کر گیا تھا اس کے عہد میں مرقہ الحالی کا دور تھا ۳۹۵ھ کہ افریقہ میں شدید قحط پڑ گیا جس کا اثر یہ پڑا کہ ہزار ہا مسلمان لقمہ اجل ہو گئے، دیہات ویران ہو گئے، مساجد سنان ہو گئیں، کثرت سے علماء و صاحبین نے اس دار فانی

سے رحلت کی، باشندوں نے گھبرا کر صقلیہ کی طرف رخ کیا۔ یہاں تاج الدولہ نے ان کی پذیرائی کی۔

کلیبیوں کا عہد صقلیہ کے لیے زریں عہد تھا یہاں زراعت اور صنعت کو مسلمانوں نے معراج کمال تک پہنچا دیا تھا جس سے دولت و ثروت کی بہنات ہو گئی۔ گھر گھر علی چرچے ہونے لگے علم و ادب کی روز افزائی ترقی تھی۔ اس کے سوا حکمران طبقہ کے جو دو کرم اور داد و دہش نے علماء و فضلاء کو بکلیت بلا یا بھگا۔

تاج الدولہ کی تخت نشینی کے سولہ سال بعد ۱۱۵۰ء میں اس کے بھائی علی نے بربریوں اور موالیوں کو سمہنوا بنا کر صقلیہ کے تاج و تخت کا دعویٰ کیا، اور میدان جنگ میں اتر آیا۔ تاج الدولہ نے بھی فوج بھیج دی بلرم کے قریب معرکہ کارزار گرم ہوا، علی گرفتار کر لیا گیا اور تاج الدولہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس نے فوراً اس کو قتل کر دیا تھے الدولہ بیٹے کا قتل دیکھ رہا تھا اس کے بعد بربریوں اور موالی جو فوج میں تھے ان کی طرف متوجہ ہوا۔ بربریوں کو مدد اہل و عیال کے جلا وطن کر دیا اور موالیوں کو چن چن کر قتل کر دیا۔ بربری افریقہ چلے گئے۔ فوج میں وطنی داخل کر لیے گئے۔ اس کا اثر ملک پر برا پڑا فتوحات کا دار و مدار بربریوں اور موالیوں پر تھا ان کی ہیبت تمام عیسائیوں پر تھی۔ اس کے علاوہ عہدہ دار افریقی رہے جس سے اس میں کشمکش شروع ہو گئی۔ وزارتِ عظمیٰ پر حسن بن محمد باغانی تھا یہ پدماغ اور مغرور انسان تھا تمام لوگ اس کے سلوک سے بد دل ہو گئے اس پر اس سے یہ غلطی ہوئی کہ رواج



قانونِ محاصل میں ترمیم کر دی، حکومت سے عوام پہلے سے بیزاری تھی اس سے ان میں باغیانہ لہر دوڑ گئی اور مجتمع ہو کر قصرِ حکومت کو گھیر لیا۔ فوج پہلے سے بے قابو تھی۔ مشتعل مجمع کو روکنے والا کوئی نہ تھا۔ ثقہ الدولہ یوسف جو صاحبِ فراش تھا، وہ فینس میں سوار ہو کر بلوائیوں کے سامنے آیا۔ اس سے ہر ایک کو محبت اور عقیدت تھی۔ چنانچہ سب نے اس کو گھیر لیا اور شفقت و محبت سے بلوائیوں کو خطاب کر کے مطالبات دریافت کیے، انہوں نے متفقہ جعفر کی معزولی کا مطالبہ کیا۔ یوسف نے منظور کر لیا۔ ان لوگوں نے باغیوں کو طلب کیا، اس کو بھی بلا کر پیش کر دیا۔ وہ جوشِ انتقام میں اس پر ٹوٹ پڑے اور قتل کر کے لاش جلا ڈالی۔ ان لوگوں نے ثقہ الدولہ کے لڑکے احمد معروف بہ اکھل کو اپنا امیر نامزد کر لیا۔ ثقہ الدولہ نے اہلِ صقلیہ کی حالت دیکھ کر تاج الدولہ کو پوشیدہ طور سے افریقہ روانہ کر دیا اور خود بھی مصر جانے کے لیے تیاری کرنے لگا۔

## تائید الدولہ احمد الاکھل کلی

۳۱۰ھ میں سریر آراء کے تحت امارت صقلیہ ہوا، عنانِ حکمرانی ہاتھ میں لے کر ملک کی اصلاح و درستی میں مصروف ہو گیا۔ الحاکم کی طرف سے ضابطہ کا فرمان ولایت معالقب کے عطا ہوا۔ ثقہ الدولہ مع دولت و ثروت جس میں چھ لاکھ ستر ہزار دینار نقد تھے لے کر مصر

روانہ ہو گیا۔ احمد نے عوام کی توجہ لگانے کو اٹلی کے مقبوضات کی فتح کے لیے فوج کو روانہ کیا، جس نے کامیاب فتوحات حاصل کیں اور مالِ غنیمت لے کر لوٹی۔

ٹائیڈال دولہمہوں پر گیا تو انصام حکومت اپنے لڑکے جعفر کے سپرد کر گیا مگر اس کی نوعمری اور نا تجربہ کاری نے ملک کی حالت دگرگوں کر دی جب آخری مرتبہ کحل اٹلی سے واپس آیا تو دیکھا کہ یہاں کا تمام بنا بنایا کھیل بگڑ چکا تھا۔ ابھی اکھل یہاں کی سیاسی گتھیاں سلجھا رہا تھا کہ ایک نئی وحشی قوم نارمن نے صوبہ قلو رپہ کی اسلامی آبادی کو تباہ و برباد کر کے اپنا اقتدار قائم کر لیا۔ ٹائیڈال دولہ ان کی کوئی مدد نہ کر سکا

نارمن قوم کا وطن نارمنڈی تھا یہ پیشہ فزاقی کرتے تھے۔ یہ اٹلی کی عیسائی حکومتوں کی فوج میں ملازم ہوئے اور جب ان کی جماعت کافی ہو گئی تو انہوں نے اسلامی آبادی کو تاخت و تاراج کرنا شروع کر دیا اور ان کو بہت سا مال ہاتھ لگا۔ پھر تو انہوں نے چند اہم مقامات لے کر ایک کو مرکز قرار دیا اور نارمن حکومت کی تشکیل کر لی۔ ان نارمنوں کے ظلم و جور اور قلو رپہ کے نکل جانے کا اثر مسلمانانِ افریقہ پر پڑا، حکومت صقلیہ سے تو بن نہ پڑا۔ مغرب کی اسلامی حکومتوں میں سے حکومت صنهاجیہ کے بیدار مغز اور غیور فرمانروا المعز نے چار سو جہازوں کا ایک بیڑا نارمنوں کے استیصال اور قلو رپہ میں اسلامی اقتدار کو بھر دو بارہ قائم کرنے کے لیے بھیجا مگر جزیرہ قوسرہ کے قریب سمندر میں سخت طوفان آیا اور بیڑہ غرقاب ہو گیا۔ صرف گنتی کے لوگ جان

بچا کر افریقہ واپس آسکے چنانچہ اسی وقت سے قلویریہ کے حرمان نصیب مسلمانوں کا آفتاب اقبال ۱۲۱۶ھ میں غروب ہو گیا۔

صوبہ انکیروہ کی منظم اسلامی حکومت کا خاتمہ مسلمانوں کی باہمی خانہ جنگیوں سے پہلے ہو چکا تھا۔

غرض کہ قلویریہ جہاں مسلمانوں کا تجارتی کاروبار ترقی پذیر حالت میں تھا، اور ان کا شمار صنعت و حرفت میں ترقی یافتہ قوموں میں تھا، نارمنوں کے وحشیانہ سلوک نے مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت جس میں علماء اور صالحین اور اہل علم بھی تھے قلویریہ سے ہجرت کر کے صقلیہ چلے گئے اور صوبہ انکیروہ کی بعض اسلامی آبادیوں میں چلے گئے جو ستم زدہ رہ گئے کچھ عرصہ بعد ان کی نسلیں اسلام سے بیگانہ ہو گئیں تاہم ایدالدولہ نے اپنی حکمرانی کو قائم رکھنے کے لیے وطنی اور غیر وطنی کا سوال اٹھا کر افریقہ کے مسلمانوں کو ہمہوا کر کے تمام عہدے ان میں تقسیم کر دیے۔ وطنیوں کو یہ طریقہ عمل ناگوار گزرا اور تاہم ایدالدولہ کلبی کی حکومت سے گلو خلاصی کرنے کے لیے اہل صقلیہ کا ایک وفد المعز والی صنہاجیہ جو <sup>شیعیت</sup> سے تائب ہو گیا تھا اور عبیدین کے مکرو خداع سے بزار تھا، پہنچا اور المعز کو صقلیہ کی صورت حال سے آگاہ کیا اور تہدید آمیز درخواست کی کہ یا تو حکومت افریقہ جزیرہ صقلیہ کو کلبیوں سے آزاد کر لیں ممالک محروسہ میں داخل کر لے، ورنہ ہم عیسائیوں کو بلا کر اس جزیرہ کو ان کے سپرد کر دینگے یہ وفد نے المعز کی درخواست پر اپنے لڑکے عبدالشکر کی سرکردگی میں چھ سو

نفوس کا ایک دستہ افریقہ سے صقلیہ بھیج دیا۔ اہل صقلیہ اس کے ہمنوا ہو گئے، بلرم کے قریب خالصہ پر تائید الدولہ سے مقابلہ ہوا۔ تائید الدولہ کو شکست ہوئی قلعہ بند ہو گیا، مگر پھر بھی جان نہ بچا سکا اور افریقی مسلمانوں کے ہاتھ سے ۴۲۴ھ میں قتل کر دیا گیا مگر اس واقعہ سے اہل صقلیہ بھی بگڑ بیٹھے اور عبداللہ کی مخالفت شروع ہو گئی۔ چنانچہ یہ رنگ دیکھ کر بقیہ تین سو اپنے ساتھیوں کو لے کر عبداللہ افریقہ واپس چلا گیا۔ اس زمانہ میں الظاہر لاغزاز دین اللہ فاطمی نے شعبان ۴۲۳ھ میں وفات پائی اس کا لڑکا ابوتیمم معد دولت عبیدیہ کا فرمانروا بنا۔ تائید الدولہ کے قتل سے دولت کلبیہ کا زوال شروع ہو گیا۔ ملک میں عام بد امنی شروع ہو گئی۔ حکومت کا رعب و داب جاتا رہا اور شورہ پشت عنصر نے ایک مجلس شوریٰ منعقد کر کے تائید الدولہ کے چھوٹے بھائی حسین کو مصمام الدولہ کا لقب دے کر رسمی طور پر برائے نام حکومت سنبھال کر دی۔

### مصمام الدولہ حسین بن ثقہ الدولہ کلبی

مصمام الدولہ نے عنان حکمرانی ہاتھ میں لے کر انتظام ملک کی طرف متوجہ ہونا چاہا مگر شورش پسند عنصر اپنی جماعت کو برسر اقتدار کے سیاہ سپیہ کے مالک بن گئے اور سابقہ عمال کو معزول کر دیا، اس سے ہنگامہ دارو گیر مہیا ہو گیا۔ مرکزی زبوں حالی دیکھ کر ہر صوبہ کا حاکم خود مختار بن گیا۔ صقلیہ

کے اضطراب انگیز حالات نے قبصرِ روم میکائل چہارم (۵۲۹ء) کو آمادہ کیا کہ وہ اپنے پیشرو بیزنٹینی فرمانروا باسل دوم کی دیرینہ آرزو کی تکمیل کرے چنانچہ مذہب کے نام پر علیانی عوام کو ابھار کر ایک فوج جمع کر لی اور ایک بڑا تیار کر کے اپنے سب سے بڑے جنرل کپتان جارج مینکس کی سرکردگی میں صقلیہ روانہ کیا یہ پیر ۲۹ مئی میں مسینا پہنچا اور معمولی مزاحمت کے بعد مسینا پر قبضہ کر لیا یہ

اس واقعہ کا اثر دولتِ کلیبیہ بڑا بڑا اور اسلحہ میں یہ آخری کلیبی تاجدار بھی تختِ حکومت سے معزول کر دیا گیا اور اس پر دولتِ کلیبیہ کا صقلیہ سے خاتمہ ہو گیا، مگر شورش پسندوں نے صمصام الدولہ کی بھی جان لے لی اور اس کو قتل کر ڈالا جس کے بعد سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خانوادہ کلیبیہ کا چراغ گل ہو گیا۔ حسن بن علی دولتِ کلیبیہ کا بانی ہوا، اور صمصام الدولہ نے تختِ حکومت چھوڑا حسن کی اولاد میں سے چھیانوے برس تک صقلیہ کے فرمانروا رہے ان کا عہد صقلیہ میں عہدِ زریں تھا۔ اس عہد کی تہذیب و تمدن و علمی ترقی کا اثر یورپ کے بڑے حصہ پر پڑا اسپین کے بعد یہاں کے علمی ذخائر سے اہل یورپ نے استفادہ حاصل کیا اس حقیقت سے انکار سفاہت ہے۔

## صقلیہ میں طوائف الملوک

دولتِ کلیبیہ کے خاتمہ کے بعد ہر صوبہ کا حاکم کھل کر میدان میں آ گیا

۱۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا جلد ۲۵ - ص ۳۳

ادھر بنظیر نطنی جنرل منکس کے حملے شمالی صقلیہ میں جاری تھے، صرف مضافاتِ سرقوسہ اس کے تصرف میں آگئے لطف یہ ہے کہ صوبے کے حاکموں میں اقتدار کی جنگ چھڑ گئی اور انہوں نے بھی بنظیر نطنی جنرل کی معاونت کی۔ بلرم میں صمصام الدولہ کے قتل کے بعد شہریوں نے ایک مجلس شوریٰ کے حکومت کی قائم کی مگر صوبہ داروں نے ان کی اطاعت نہیں کی

## صوبوں کے حکمراں

### دائرہ حکومت

مازر، طربس، شاقہ، مرسی علی

قصریانہ - جرجنت - قصر نو بو

سرقوسہ

قطانیہ

بلرم اور اس کے مضافات

### حکمراں

قائد عبداللہ بن منکوت

علی بن نعمتہ ربا بن حواس

محمد بن ابراہیم بن ثمنہ

ابن کلابی

مجلس شوریٰ بلرم

ان پانچوں خود مختار دول میں خانہ جنگی شروع ہو گئی حاکم سرقوسہ ابن ثمنہ نے بلرم کی طرف پیش قدمی کی فتنہ پرداز جماعت نے اس کا خیر مقدم کیا اور سب اہل بلرم نے اس کو جائز فرما کر واماں لیا۔ ابن ثمنہ نے بلرم کی حکومت ہاتھ میں لے کر قطانیہ کے حاکم ابن کلابی سے دو ڈو ہاتھ کیے وہ جنگ میں مقابلہ کرتے ہوئے کام آیا اور صوبہ قطانیہ کا احاق بھی مرکزی حکومت سے ہو گیا۔ ابن حواس اور ابن منکوت کمزور نہ تھے تو ان سے

مساویانہ تعلقات قائم کر لیے ابن الکلابی کی بیوہ ابن حواس کی بہن تھی جس کا نام میمونہ تھا، زمانہ عدت ختم ہوتے ہی اس سے نکاح کر لیا یہ ابن ثمنہ اور ابن حواس کے اس رشتہ سے ابن ثمنہ کا وقار بڑھ گیا۔

بہرم کی مسجدوں میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا اور پھر سے امن و امان کی لہر صقلیہ میں دوڑ گئی۔ یہ صوبہ دار شیبہ تھے، انہوں نے خلافت فاطمی سے بھی انتساب قائم کر لیا، مگر ۳۴۳ھ میں میمونہ اور ابن ثمنہ میں کسی بات پر شکر رنجی ہو گئی اور یہاں تک بڑھی کہ ابن ثمنہ شراب کے نشہ میں میمونہ کو بہت برا کہنے لگا، جس کا جواب اس نے بھی ویسا ہی دیا۔ اس نے تطہیر میں آکر اس کے دونوں ہاتھوں کی نصد کھلوا دی خون کا فوارہ جاری ہو گیا، اسی حال میں چھوڑ کر چلا گیا۔ ابن ثمنہ کے لڑکے کو خبر لگی اس نے اطباء کو بلا کر علاج کرایا اور وہ تندرست ہو گئی۔ دوسرے دن میمونہ سے معذرت خواہ ہوا، مگر اس کا دل صاف نہیں ہوا۔ موقع پا کر اپنے بھائی کے پاس چلی گئی اور اس سے تمام حالات کہے وہ سنتے ہی آگ بگولہ ہو گیا۔ اس نے میمونہ کو بلوایا، ابن حواس نے جلنے نہ دیا، ابن ثمنہ جوشِ غضب میں اپنی فوجیں لے کر قصر بایہ پہنچا، ابن حواس مقابلہ کے لیے نکلا ابن ثمنہ کو شکست ہوئی وہ قطانیہ کی طرف فرار ہوا قصر بایہ لشکر تعاقب کرتا رہا ابن ثمنہ کی فوج بہت کام آئی۔ آخر میں ابن ثمنہ جان بچا کر مسینا میں داخل ہو گیا یہاں عسائی حکومت تھی، اس کی پناہ لی۔

## صقلیہ سے اسلامی حکومت کا خاتمہ

مسیحیوں نے مسلمانوں کی خانہ جنگی کو دیکھ کر نارمنوں کو دعوت دی اس کے بعد ہی ابن ثمنہ مسینا سے کلبریہ (علاقہ اٹلی) روانہ ہوا اور ملیطوپولس پہنچ کر حاکم کلبریہ رابرٹ گوسکارڈ کو صقلیہ پر حملہ کی استدعا پیش کی۔ اس نے راجر کو صقلیہ کے معاملات سپرد کر دیے۔

## تاریخ نارمن

نارمن جیسا کہ پہلے اشارہ کیا جا چکا ہے قزاق پشتیہ لوگ تھے۔ ناروے کے رہنے والے تھے۔ شارلمین کے عہد میں فرانس پر حملہ کیا حتیٰ کہ پیرس کو زخم میں لے لیا تو برگنڈی ان کوٹے دیا گیا اور کچھ عرصہ بعد ان کا سیاسی وجود تسلیم کر لیا گیا۔ ایک باجگزار ریاست نارمن یا نارمنڈی قائم ہو گئی۔ رئیس نارمن ردالف قدیم بت پرستی چھوڑ کر عیسائی ہو گیا اور شاہی خاندان کی لڑکی اس کے عقد میں آگئی۔ غرضکہ ان نارمنوں نے اٹلی کا رخ کیا اور اسلامی علاقہ کو تاراج کر کے اپنی ریاست قائم کر لی ان میں رابرٹ گوسکارڈ اولوالعزم شخص تھا اس کا بھائی راجر تھا جس سے اور ابن ثمنہ سے صقلیہ پر حملہ کرنے کے معاملات طے ہوئے اور رجب ۳۲۳ھ میں دشمن ملک و ملت ابن ثمنہ کی رہبری میں راجر کلبریہ سے فوج لے کر صقلیہ روانہ ہوا۔ اور مسینا پہنچا عیسائیوں نے اس کا خیر مقدم کیا اور مسینا راجر



کے قبضہ میں آگیا اور ابن ثمنہ غدار کے ذریعہ قطانیہ بلا مزاحمت کے راجہ کے ہاتھ آگیا۔ پھر قصر یانہ کی طرف رخ کیا اور ٹانگ تک پہنچ گیا۔ غرضکہ ایک بڑا حصہ صقلیہ کے شمالی علاقہ کا اس کے زیر اقتدار آگیا ابن حواس نے قصر یانہ پر نارمنوں سے مقابلہ کیا مگر شکست کا منہ دیکھنا پڑا، قلعہ بند ہو گیا، راجہ نے محاصرہ میں وقت ضائع نہیں کیا بلکہ اکثر قلعے اور شہر جو نگہبانوں سے خالی تھے ان پر قبضہ کر کے صلیبی علم لہرا دیے۔ صلحاً و عہداً نے مدافعت کی صورت نہیں دیکھی تو وہ اسلامی ملکوں کو ہجرت کر گئے ہاہل صقلیہ نے پھر المعز سے امداد چاہی اُس نے پھر بحری بیڑ بھیجا مگر قوسرہ کے قریب وہ بھی غرقاب ہو گیا۔ ابن اثیر اور نویری اس بیڑے کی بربادی کا ذکر حسب ذیل کرتے ہیں:-

”اس بیڑے کی بربادی سے المعز بہت کمزور ہو گیا اور عرب جو عبیدین کے فرستادہ تھے صہناجہ کے شہروں پر قابض ہونے لگے اور اسی کے بعد اس وقت فرنگی صقلیہ کے اکثر شہروں پر بغیر کسی روک ٹوک کے قابض ہونے لگے جن کو روکنے والا کوئی موجود نہ تھا کیونکہ فرمانرواے افریقیہ عربوں سے برسہا برس پہلے ہو گیا اور پھر وہ ۵۲۳ء میں وفات پا گیا۔“

نارمن شہر بر شہر فتح کرتے ہوئے صقلیہ میں آگے بڑھ رہے تھے، نیز عجلت کار کے لیے اٹلی سے مزید کمک طلب کی اور رابرٹ خود اپنی قیادت میں فوج لے کر ۵۲۳ء میں صقلیہ پہنچا اور چھوٹے بڑے قلعوں پر قابض ہو گیا۔ اب مسلمانوں کے قبضہ میں جزینت، قصر یانہ، بلرم، مسرفوسہ، مازر،

(تاریخ صقلیہ)

طرابلس، ارغوس، ٹولوس وغیرہ باقی رہ گئے تھے اور بلرم میں نام نہاد مرکزی حکومت قائم تھی۔ اٹلی میں شہر اطرانہ میں مسلم ریاست تھی وہ بھی اس سلسلہ میں نارمنوں کے قبضہ میں آگئی اور یہاں سے دولت اسلامی کا بالکل خاتمہ ہو گیا۔ مسلمان ہجرت کر کے صقلیہ کے شہروں میں آگئے، جو رہ گئے وہ اسلام کے دائرہ سے نکل گئے۔

تیم بن المعز بادشاہ صنهاجہ نے مسلمانان صقلیہ کی مدد کے لیے اپنے لڑکوں ایوب اور علی کو مع فوج اسلامی کے بھیجا ایوب بلرم ٹھہرا، علی نارمنوں کا راستہ روکنے کے لیے جرجنت چلا گیا۔ ابن حواس نے محل میں ٹھہرایا اور بڑی خاطر کی، ایوب بھی ہمیں آگیا۔ دونوں بھائیوں کی آمد سے اہل صقلیہ ان کے گرویدہ ہو گئے انہوں نے ملک کی شیرازہ بندی کرنی شروع کی اور نارمنوں سے مقابلہ کی تیاری کرنے لگے کہ ابن حواس نے وطن اور ملک سے غداری کی مہمانوں سے مدد بھیڑ کر بیٹھا ہر دو طرف کی فوجیں معرکہ آرا ہوئیں جس میں ابن حواس کام آیا۔ اب افریقی اور صقلوی مسلمانوں میں چل گئی ہر دو شہزادے افریقہ جاتے ہوئے مسلمانوں کو ان کے حال پر چھوڑ گئے اعیان و امرائے وقت نے یہ رنگ دیکھ کر ہجرت پر کمر باندھی انہوہ کثیر صقلیہ کو چھوڑ کر افریقہ آگیا یہ

## ابن البعباع آخری تاجدار صقلیہ

مسلمانان صقلیہ نے اپنا امیر ابن البعباع کو بنالیا، اس نے نارمنوں

سے خوب خوب مقابلے کیے۔ دولتِ فاطمیہ مصر نے ۵۲۶۳ھ میں ایک قاصد ابن البعباع سے خراج کی رقم طلب کرنے کے لیے بھیجا، کیونکہ صقلیہ بطور ایک ماتحت صوبہ کے حکومتِ مصر کو ادا کرتا تھا۔ ابن البعباع نے قاصد سے معذرت چاہی۔ قاصد نے دربارِ مصر کو پیغام پہنچا دیا، فاطمی خلیفہ نے ابن البعباع کے خلاف نارمنوں کو لکھ بھیجا کہ صقلیہ کا کل علاقہ تم کو دیا جاتا ہے، تم ہمارے باغی کو نکال باہر کرو۔ یہ تھا عبیدین کا کارنامہ، غرضکہ فاطمی خلیفہ کے حکم پر غیر مسلم نارمن جنگی بیڑے لے کر ابن البعباع کو نکالنے بلرم کے ساحل پر پہنچ گئے۔ بلرم کے محاصرہ کی خبر تمام یورپ میں پھیل گئی۔ چنانچہ بقول مسٹر اسکاٹ یورپ کے ہر ملک سے جوق در جوق عیسائی سمندر اور خشکی کی طرف سے بلرم پہنچے اور مسلمانوں کے اس دارالسلطنت کو گھیر لیا۔ ادھر بلرم کے عیسائی ننگر امی پر آمادہ ہو گئے اور تمام پرلے احسانات کو بھلا کر نارمنوں کے معاون بن گئے۔ اس کے علاوہ فرقہ وارانہ عقائد کو اس موقع پر ہوا دی جا رہی تھی۔ مگر ایک جماعت پرستارانِ توحید کی ایسی تھی جو اسلام کے لیے جامِ شہادت نوش کرنے کے لیے سرکف تیار تھی۔ چنانچہ ان مسلمانوں نے نارمنوں کا جان توڑ کر مقابلہ کیا جس کی وجہ سے بلرم کے محاصرہ کو پانچ ماہ گزر گئے۔ نارمنوں کی ہمت پست ہونے لگی اور محاصرہ سے دست بردار ہونے کو تھے کہ غدار عیسائیوں نے نارمنوں کو خفیہ پیغام بھیجا کہ فلاں فصیل کا رخ کمزور ہے۔ چنانچہ پوری قوت سے نارمن اس طرف جھک پڑے۔ مسلمانوں کے لیے بچاؤ کا کوئی چارہ کار نہ تھا انہوں نے بحجوری

صلح کی درخواست شرائط ذیل کے ساتھ نارمنوں کو پیش کر دی تالیخ صقلیہ  
سے شرائط نقل ہیں :-

(۱) عیسائی حکومت مسلمانوں کو کامل مذہبی آزادی دیگی۔

(۲) بلرم کی تمام مسجدیں اپنی جگہ پر برقرار رکھی جائیں گی۔

(۳) مسلمانوں کے لیے اسلامی قانون نافذ رہیگا۔

(۴) مسلمانوں کے مقدمات مسلمان قاضی فیصلہ کریگا۔

نارمنوں نے شرائط منظور کیے، مسلمانوں نے بلرم پر قبضہ دے دیا عیسائیوں  
نے برجوں، فصیل اور پھاٹکوں پر پرچم اسلامی کے بجائے صلیبی جھنڈا نصب  
کر دیا۔

بلرم کی تسخیر کے بعد مازروطرا بنش کا رخ کیا۔ عبداللہ بن منکوت نے  
اہل بلرم کی طرح نارمنوں سے معاملہ کیا اور خود با دیدہ نم مع اہل عیال کے  
افریقہ صنهاجی فرمانروا کے پاس چلا گیا، جہاں فوجی عہدہ پر سرفراز کیا گیا  
یہ واقعہ ۱۰۶۳ء کا ہے۔

غرضکہ صقلیہ سے اسلامی حکمرانی کا خاتمہ اس طرح ہوا۔ ابن ثمنہ  
کا خاتمہ ابن حواس نے کیا تھا اور ابن حواس جرجنت میں تیر کا نشانہ بنا  
ابن البعباع نے بلرم کو نارمنوں کے سپرد کیا۔ اب ابن منکوت نے حکومت  
سے دستبرداری دے دی۔ نارمنوں کی باہمی تقسیم کی رو سے صقلیہ راجر ظالم  
کے قبضہ میں گیا، اور رابرٹ بلرم اور مسینا میں نصف حصہ کا شریک رہا۔

جرنے خود مختار فرمانروا کی حیثیت سے حکومت کا نظم و نسق درست کیا اور چار  
 بس بعد شمالی صقلیہ کے اہم شہر طبرین۔ سر قوسہ پر متصرف ہو گیا۔ اس کے بعد  
 رخت (۲۸۱ھ) اور قصر بانیہ سے لیے۔ یہاں کے مسلمانوں نے خوب خوب  
 قابلہ کیا، مگر قسمت سے لاچار رہے۔ راجہ نے رغنوس اور نوٹس پر پوری  
 رت سے حملہ کر کے فتح کر لیے مگر یہ فتح شرائط کی صورت میں تھی جیسی بارم  
 بس کی گئی۔ بحر روم کے وسیع ترین جزیرہ صقلیہ سے مسلمانوں کی آخری  
 فرمانروائی کا ۲۸۲ھ میں خاتمہ ہو گیا اور صقلیہ کے مسلمان عیسائی حکومت  
 لی رعایا قرار پائے۔

### صقلیہ و جزائر سے مسلمانوں کا اخراج

راجہ اول نے پورے صقلیہ پر قبضہ کر لیا اور وہ تہا فرمانروا کے صقلیہ  
 تسلیم کر لیا گیا، تو مسلمانوں کو زیر کرنے کے لیے جو بی اٹلی و ناروے سے  
 رومیوں اور عیسائیوں کو صقلیہ لالا کر مسلمانوں کے پہلو میں آباد کیا اس کے  
 ساتھ ہی مذہب اسلام کی اشاعت کا نوٹا ممنوع کر دی اور تمام صنعت  
 و حرفت و تجارت اور معاش کے عام شعبوں سے مسلمانوں کو علیحدہ کر کے  
 عیسائیوں کو سپرد کر دیے اور زمینداریاں جو مسلمانوں کے قبضہ میں تھیں  
 راجہ ظالم نے ان سے چھین کر نوآباد عیسائیوں کو سپرد کر دیں۔ مسلمان

۱۳۳ ۱۰ ص ۱۳۳ ۵۹ صفحہ ۲ ج اخبار الاندلس

۱۳۳ ابو العنادار۔

مزدور پیشہ کاشتکار کی حیثیت سے رہ گئے، ذی اثر و معزز مسلمانوں نے جزیرہ صقلیہ کو خیر باد کہا اور افریقہ، مصر، اندلس میں جا کر اقامت پذیر ہو گئے بہت سے کمزور مسلمان آغوش عیسویت میں جا کر بظاہر مصائب سے بچ گئے اور عقبی کو ہر باد کر لیا۔

برم، نوٹس، جر جنت میں مسلمانوں کو کچھ آزادی تھی اور وہ ارکان مذہب ادا کر سکتے تھے اور مقدمات بھی اسلامی قانون کی رو سے طے ہوتے تھے۔ قصر پائے، سرقوسہ، مسینا وغیرہ میں مسلمان بدتر حالت سے زندگی گزار رہے تھے بلکہ مسینا معزز مسلمانوں سے خالی ہو گیا۔ صرف قلیوں کی حیثیت سے رہ گئے تھے۔ یہ راجراول نے معاہدہ کا پھل مسلمانوں کو دیا تھا۔ آخرش وہ ۲۲ جون ۱۱۷۱ء کو مر گیا اور اس کا بڑا لڑکا ساٹن نشین ہوا جو دوسرے سے زیادہ زندہ نہ رہا۔ اس کے بھائی راجردوم نے تخت سنبھالا، یہ ۱۱۹۹ء میں تخت نشین ہوا مگر زمام حکومت ۱۲۰۶ء میں ہاتھ میں لی، اس کی توجہ جنوبی اٹلی کی فتوحات کی طرف زیادہ تھی۔ فرانس اور انگلستان سے معرکہ آرا رہا جس کی وجہ سے بالآخر اس نے سلطنت کلیسا سے اپنی حکمرانی تسلیم کرالی جس کے بعد سے یہ نارمن فرمانروا صقلیہ شاہ کے لقب سے متصف ہوا اور یورپ کے ممتاز بادشاہوں میں شمار کیا گیا۔

راجرنے راجراول کے ظالمانہ طریقہ کو روانہ رکھا بلکہ ملک کی حالت کا جائزہ لیا تو اس نے اندازہ کر لیا کہ اہل صقلیہ یا رومی ملک کو خوش حال

رکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے، جو لوگ نے لاکر بکے گئے تھے وہ اعلیٰ  
 تہذیب و شائستگی سے معز تھے، اس نے مسلمانوں کو نوازا اور نظام  
 حکومت میں شریک کیا۔ تجارت اور صنعت و حرفت میں پھر مسلمان  
 درتے۔ اب مسلمان معزز شہریوں کی زندگی بسر کرنے لگے۔ راجہ نے وہی سب  
 مراسم و لوازم بادشاہی اختیار کیے جو سابق مسلمان فرمانروا کے صقلیہ کے  
 یہاں جاری تھے۔

مسلمانوں نے حکومت سے کامل اشتراک عمل کیا غرضکہ مسلمانان  
 صقلیہ نے ملکی نظم و نسق میں برابر کا حصہ لیا بلکہ فوج میں معزز عہدے  
 قبول کر کے نارمن قوت کو دو با لاکر دیا۔ ان دنوں نارمنوں کا بیڑہ بحر روم  
 کے تمام بیڑوں میں مضبوط بیڑا بن گیا اور اٹلی کے صوبوں پر تاخت شروع  
 کر دی۔ دوسری طرف بحر روم کے اسلامی مقبوضات کو مسلمانوں سے چھین  
 چھین کر نارمنوں کے زیر علم لانے لگے۔ غرضکہ اسلامی جزائر اور شمالی افریقہ  
 کے زرخیز علاقے نارمنوں کے قبضہ میں چلے گئے۔ مسلمانوں کے اشتراک  
 عمل سے راجہ روم نے ۱۱۳۰ء میں شاہ صقلیہ و ایتالیہ کا لقب حاصل  
 کر لیا اور سلطنت کلیسا کی جانب سے اس کی تاج پوشی ہوئی اور راجہ روم  
 کی حکومت نے یورپ کی ممتاز ترین اور مستحکم ترین حکمرانوں پر فوق حاصل کر لیا۔  
 راجہ روم ۱۱۵۶ء میں اپنے لڑکے ولیم کے حق میں حکومت سے دستبردار  
 ہو گیا، اور تین برس بعد ۱۱۵۷ء میں فوت ہو گیا۔

ولیم اول کچھ عرصہ باپ کے قدم بقدم چلا، مسلمانوں سے حسن سلوک روا رکھا، مگر پوپ ایڈرین چہارم کو ولیم کی یہ زندگی پسند نہ تھی، اس نے بغاوت کرا دی۔ ولیم نے واقعات کو سمجھ کر پوپ سے صلح کر لی اور مسلمانوں سے تعلقات منقطع کرنے شروع کر دیئے، آخر سن ۱۱۶۶ء میں وفات پائی اور اس کا لڑکا ولیم دوم برسر حکومت آیا۔ اس کی پرورش اسلامی ماحول میں ہوئی تھی، وہ مسلمانوں سے مانوس تھا۔ اس نے اپنی حکمرانی میں مسلمانوں کو بہت چڑھایا بڑھایا، اس کی زندگی ایک مسلم فرمانروا کے مشابہ تھی۔

ابن جبیر اسنی کے عہد ۱۱۸۳ء میں صقلیہ آیا اور چار ماہ مقیم رہا۔ اس جگہ ہم ابن جبیر کے سفر نامہ سے اس وقت کے حالات نقل کرتے ہیں:-

”صقلیہ کا فرمانروا علیام (ولیم) ہے جو مسلمانوں کو نوکر رکھتا ہے اور خواجہ سراؤں کو اپنی خدمت میں رکھنا پسند کرتا ہے۔ یہاں کے تمام مسلمان خوف سے اپنے عقیدہ کو چھپاتے ہیں۔ ولیم کو مسلمانوں پر بڑا اعتماد ہے وہ ان سے تمام ضروری کاموں میں مدد لیتا ہے، یہاں تک کہ اس کے باور چنانہ کا داروغہ بھی مسلمان ہے۔ بہت سے حبشی مسلمان غلام اس کی خدمت میں رہتے ہیں۔ ان پر انہی میں سے ایک افسر ہے۔ خواجہ سراہی اس کے منہا حساب اور وزیر ہیں اور وہی اس کے درباری اور ارکان دولت ہیں اس کی سلطنت کا جاہ و جلال اور زیب و زینت انہی سے ہے۔ وہ نہایت فاخرہ لباس پہنتے اور اھیل گھوڑوں پر سوار ہوتے ہیں۔ عیسائی فرمانرواؤں میں حکومت اور جاہ و ثروت کے لحاظ سے ولیم کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔“



مگر مسلمان اپنے مذہب کی اشاعت نہیں کر سکتے اور یہ سب عیش و عشرت ان کے لیے مصیبت ہے۔ مسلمان خواجہ سرا عبدالمسیح سے ملاقات ہوئی اس نے کہا کہ تم کھلم کھلا مسلمان ہو اور جو کام کرنا چاہو آزادی سے کر سکتے ہو۔ مگر ہماری حالت یہ ہے کہ ہم اپنے عقیدہ کو چھپاتے اور اپنی جان کا خوف کرتے ہیں ہم اسلام کے فرائض چھپ کر بجالاتے ہیں۔ غلامی کا طوق ہماری گردن میں ہے جزیہ طغلیہ کے مسلمانوں کا یہ حال سن کر ہم پر رقت طاری ہوئی۔

مسلمانوں کے قدیم تمدن کا اثر یہاں تک صقلیہ کے عیسائیوں پر تھا کہ عیسائی عورتیں مسلمان عورتوں کا لباس اور زیور پہنتی تھیں۔

ایک افسوسناک حال یہ بھی ہے جو ابن جبیر نے لکھا ہے کہ یہاں کے مسلمان اب عیسائی ہونے کو مسلمان رہنے پر ترجیح دیتے ہیں۔ غرض کہ مسلمانوں کی حالت ناگفتہ بہ ہو گئی تھی۔

ولیم ثانی کے مرنے کے بعد ٹانکرڈ صقلیہ کا حکمران بنا ۱۱۹۰ء میں تلج پوشی ہوئی۔ شہنشاہ ہنری ششم سے اس کی جنگ چھڑ گئی۔ فیصلہ نہیں ہوا تھا کہ ۱۱۹۳ء میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کا لڑکا ولیم ثالث جانشین ہوا تو اس کو بھی ہنری ششم سے مقابلہ کرنا پڑا۔ ہنری راجراول کا داماد تھا۔ چنانچہ وہ اٹلی میں داخل ہوا ہمار منوں کے مقبوضات ایتالیا و صقلیہ کا باسانی مالک بن بیٹھا۔ ولیم ثالث نے اپنا تاج اس کے سپرد کر دیا مگر پھر بھی ہنری نے اس کو اندھا کر دیا۔ اس پر صقلیہ سے نارمن حکومت کا فائدہ ہو گیا۔

ہنری ششم شہنشاہ جرمنی فریڈرک اول کا لڑکا تھا۔ اس نے صقلیہ کی  
 عمان حکمرانی ہاتھ میں لے کر ملک کی حالت کو سدھا اور دیا۔ کچھ عرصہ رہ کر  
 جرمنی چلا گیا اور اپنی بیوی کو انتظام ملک سپرد کر گیا۔ مگر پاپا کے اعظم اور  
 مقدس راہبوں نے صقلیہ کے نصرا نیوں کو مسلمانوں کے خلاف  
 بھڑکایا چنانچہ ہردو میں جنگ چھڑ گئی۔ کئی ہزار مسلمان شہید ہوئے حکومت  
 نے عیسائیوں کی معاونت کی مسلمان یہ رنگ دیکھ کر بلم و غیرہ  
 سے نکل کر جنگوں میں جا بسے اور اپنی منتشر قوت کو یکجا کیا اور پہاڑوں پر  
 قلعہ بنائے اور شہر کے نصرا نیوں اور حکومت کی فوجوں پر موقع پا کر  
 جارحانہ حملے کرتے رہے تیس سال تک یہ عمل رہا۔ اس اثنا میں ہنری  
 ۱۱۹۷ء میں مر گیا، اس کا لڑکا فریڈرک جانشین ہوا۔ اس نے مسلمانوں  
 سے مصاحبت کر لی اور ان کو بلم اور سیرا میں آباد کیا۔ ادھر دولتِ خصبہ  
 افریقہ کے حکمران سلطان ابوزکریا یحییٰ کے فریڈرک دوم سے دوستانہ مراسم  
 ہو گئے جس کی وجہ سے مسلمانانِ صقلیہ کے ساتھ حکومت کا سلوک پہلے سے  
 کچھ غنیمت رہا۔ سلطان ۱۲۲۷ء میں راہی ملک بقاء ہوا تو نصرا نیوں نے بلم  
 کے مسلمانوں کو تہ تیغ کرنا شروع کیا تو مسلمان جان بچا کر پھر جنگوں میں چلے  
 گئے مگر فریڈرک کی فوج نے گھیرا ڈال کر ان کی راہیں مسدود کر دیں آخر میں  
 انہوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ فریڈرک نے تمام بقیہ صقلوی مسلمانوں کو  
 سرزمینِ صقلیہ سے جلا وطن کر دیا، یہ لوگ (بوجارہ) نوسیرا جا کر آباد ہو گئے۔

فریڈرک ظالم نے صقلیہ سے مسلمانوں کو نکال کر مالٹا کے مسلمانوں کو بھی جلا وطن کر دیا وہ بھی نو سیرا آگئے۔ ہسٹورین ہسٹری آف دی ورلڈ میں ہے۔

فریڈرک دوم کی پالیسی سے ساٹھ ہزار عرب پولیا کے شہر نو سیرا میں منتقل کر دیے گئے یہ

نو سیرا اٹلی کا علاقہ تھا، یہ مسلمانانِ صقلیہ کا سب سے آخری خواب گاہ رہا۔ غرض کہ چارلس دوم نے سابقہ حکومت سے بڑھ کر ظلم مسلمانوں پر توڑے۔ نو سیرا کے مسلمان جبریہ عیسائی بنائے گئے۔ بیسٹھ میں اس علاقہ سے بھی اسلام رخصت ہو گیا۔ بہر حال مسلمانانِ صقلیہ کا حسرتناک انجام یہ ہوا۔ یہ وہ لوگ تھے کہ جن کے اسلاف نے یورپ میں اپنی تہذیب تمدن اور علوم و فنون کی اشاعت کی، ان کے جہل کو دور کیا مگر اس احسان کا بدلہ ان کے اخلاف سے ننگِ انسانیت علمبردارانِ نصرانیت نے یہ لیا کہ اہل صقلیہ پر طرح طرح کے ظلم توڑے اور ان کو گھر سے بے گھر کیا ان کے علمی آثار مٹائے حتیٰ کہ قبریں تک کھدوا دیں، تاکہ نام و نشان بھی ارضِ صقلیہ پر مسلمانوں کا نہ رہے۔

نوٹ: چارلس دوم شاہِ فرانس لوئی نہم کا بھائی تھا۔ پوپ اربن چہارم نے ۱۲۶۱ء میں صقلیہ کا تاج و تخت منفرد جرمنی سے چھین کر چارلس کو عطا کیا۔ فریڈرک نے کانرڈ چہارم کے لیے وصیت نامہ لکھ دیا تھا کہ جرمنی اور صقلیہ کا بادشاہ میرے بعد ہو۔ چنانچہ تقویرے عرصہ حکمرانی کر کے وہ ۱۲۵۲ء میں مر گیا۔ اس کا جانشین (باقی صفحہ ۱۲۴) لے تاریخ صقلیہ ج ۱ صفحہ ۸۰

## دولتِ فاطمیہ پر ایک نظر

دولتِ فاطمی کا سب سے پہلا حکمران ابو محمد عبید اللہ مہدی بن محمد ہوا۔ اس حکومت کے قیام میں صرف ابو عبد اللہ ثمالی اور ابو العباس شعی کی جان توڑ مساعی کو زیادہ دخل ہے۔ ورنہ محمد عبید اللہ مہدی اور اس کے بیٹوں کی زندگی کا خاتمہ سچلسانہ (افریقہ) کے قید خانہ میں ہو چکا تھا۔ جہاں امیر سچلسانہ یسوع نامی نے ابو نصر زیادہ اللہ اعلیٰ کے اشارہ سے حکم خلیفہ عباسی ان کو قید کر دیا تھا۔ قدرت کی ستم ظریفی کیسے یاد دنیائے سیاست کا ظالمانہ اور تباہ کن اصول کہ اس مہدی نے اپنے ان دنوں محسنوں کو اقتدار ملنے کے بعد بقول ابن اثیر و ابن خلکان اس شبہ میں کہ وہ مہدی کے خلاف پروپیگنڈا کر رہے تھے ۲۹۸ھ مطابق ۹۱۰ء میں قتل کر دیا۔ غرض کہ مہدی نے ابتداءً اپنا پائے تخت "رقادہ" قرار دیا۔

عبید اللہ مہدی نے اپنی حکمرانی کے سات سال بعد بقول ابو الفدا ۳۰۳ھ مطابق ۹۱۵ء میں اپنے پائے تخت کو ساحل کے متصل ایک چھوٹے سے جزیرہ میں منتقل کر کے اس کا نام "مہدیہ" رکھا اور اس کو ہر طرح سے مکمل اور مستحکم کیا، اسی عرصہ میں مہدی نے ۳۰۲ھ مطابق ۹۱۴ء میں

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۲۳) دو سالہ بچہ کانریڈین ہوا۔ مگر اس کے سوتیلے چچا مینفرڈ نے حکمرانی ہاتھ میں لی جس نے مسلمانوں کی معاونت سے پوپ اربن کو شکست دی۔ یہی وجہ تھی کہ پوپ نے چارلس پر عنایت مبذول کی۔

اسکندریہ پر اپنے لشکر سے حملہ کیا لیکن مقتدر باللہ کی فوجوں نے جو اس کے مشہور خادم مونس کے زیر قیادت تھیں، شدید نقصان سے اس کو بچایا کیا۔ اس حملہ کے چار سال بعد ۳۰۶ھ مطابق ۹۱۸ء میں ہمدی نے پھر مصر پر حملہ کیا اور اپنے بیٹے قائم کی قیادت میں ایک زبردست فوج سمندر کے راستہ سے روانہ کی جس نے ابتداءً اسکندریہ پر قبضہ کر لیا لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں مقتدر باللہ کی کمک پہنچنے کے بعد مونس خادم نے قائم کو شکست فاش دی۔ اس شکست کے بعد پھر ہمدی نے مصر پر حملہ کی جرأت نہ کی اور ہمدیہ میں رہ کر بحیرہ روم کے جزائر صقلیہ وغیرہ پر حکمرانی کرتا رہا۔ چوبیس سال حکمرانی کے بعد ۳۲۲ھ میں بعمر تریسٹھ سال بچہ راضی باللہ عباسی اس کا انتقال ہو گیا اور اس کا بیٹا ابوالقاسم محمد الملقب بہ قائم بامر اللہ اس کی جگہ تخت نشین ہوا، قائم نے تخت نشینی کے ایک سال بعد بحری راستہ سے اٹلی کے مشہور ساحل جنیوا پر حملہ کر کے اس کو فتح کر لیا۔ اس کی تخت نشینی کے گیارہ سال بعد مراکو کے قبیلہ "زناٹہ" کے ایک شخص ابو یزید خارجی نے قیروان میں ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈالی جس کا بنیادی اصول یہ تھا کہ جملہ مسلمان کا فر اور ان کا مال اور خون حلال۔ مرکز بیت کے فنا ہو جانے کی وجہ سے چونکہ افریقہ اس وقت ایک حد تک طوائف الملوک کے دور سے گزر رہا تھا اس لیے ابو یزید خارجی کو اپنے مسلک میں کامیابی ہوئی۔ اور اس نے ایک بڑی جماعت منظم کر کے قائم پر حملہ کر دیا اور مونس قیروان اور رقادہ پر قبضہ کر لیا اور قائم ہمدیہ میں محصور ہو گیا۔ اسی زمانہ جنگ و جدال اور حصار میں قائم کا انتقال ہو گیا۔

اور اس کا بیٹا اسمعیل منصور بائند ۳۳۲ھ میں تخت پر بیٹھا۔ اس نے ابو یزید کا پچھا کر کے آخر کار ۳۳۶ھ میں اس کا فائدہ کیا، اور ملک کو اس کی لعنت سے بچایا۔ منصور بائند کا بھرا نثار ۳۳۷ھ میں سات سال حکمرانی کے بعد انتقال ہو گیا۔ اور اس کا بیٹا بصر جو بیس سال ابو تمیم محمد الملقب بہ معزالدین بائند تخت نشین ہوا۔ بنو فاطمہ کا یہ پہلا حکمران تھا جس نے خلافت پر لوگوں سے بیعت لی۔ بنو عباس کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھا کر معزالدین نے اپنے مقلی غلام جوہر کی قیادت میں لشکر اور بیڑا تیار کر کے اپنے پردادا کی ڈالی ہوئی داغ بیل کی تکمیل کی اور ۳۵۸ھ و ۳۵۹ھ مطابق ۹۶۹ء و ۹۷۰ء میں نہ صرف پورے مصر پر قبضہ کیا بلکہ شام بھی فتح کر لیا اور جس طرح قاہرہ کی مسجد جامع ابن طولون میں اپنا خطبہ پڑھوایا اسی طرح جامع مسجد دمشق میں بھی کیا۔ اب ان دونوں صوبوں سے بنو عباس کا گویا نام بھی گیا۔

علویہ حکومت میں گویا یہ پہلا شخص تھا جس نے توسیع حکومت کے

بعد ہی نہ صرف خلیفہ کا لقب اختیار کیا بلکہ ہمدیہ کو چھوڑ کر مصر چلا آیا اور قاہرہ کو پایہ تخت قرار دیا۔ جہاں بقول ابوالفدا بتاریخ ۵ رمضان ۳۶۵ھ مطابق ۹۷۵ء داخل ہوا اور افریقہ (ٹیونس) طرابلس الغرب اور صقلیہ کو صوبجات قرار دے کر ان پر علی الترتیب بربری قبیلہ صنهاجہ کے مشہور اشخاص بلکین بن زبیری۔ عبداللہ بن بختکامی اور ابوالقاسم بن الحسن کو صوبہ دار مقرر کر دیا۔ اس کے بعد سے یکے بعد دیگرے دس خلیفہ عزیز، حاکم، ظاہر، مستنصر، مستعلی، عامر، حافظ، طاہر، فائز، عاصد تحت خلافت مصر بیٹھے

اس طرح بنو فاطمہ کے چودہ حکمران ہوئے جنہوں نے ۲۹۶ھ تا ۵۶۷ھ تک دو سو بہتر سال حکمرانی کی۔ ابتدائی محض امیر کہلائے، البتہ چوتھے حکمران معزالدین باشند سے خلافت کا سلسلہ چلا۔ جو ۵۶۷ھ میں عاصم الدین باشند کے خاتمہ سے چند روز پہلے ہی سے ختم ہو گیا تھا۔ کیونکہ بقول ابوالفداء صلاح الدین نے مصر کی وزارت کے بعد سلطان نورالدین والی دمشق کے حکم سے حج ۵۶۷ھ سے پہلے جمعہ کو تمام مساجد مصر میں خلیفہ مستضیٰ باشند عباسی کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ اور عبیدیہ یا بنو فاطمہ کا خطبہ مسدود کیا۔ بنو فاطمہ کے آخری خلیفہ عاصم الدین باشند کے حالات زندگی کا مختصر ذکر کرتے ہوئے ابن خلکان راوی ہے۔

بنو فاطمہ کے ابتدائی حکمران نے علمائے وقت سے درخواست کی کہ وہ خلفائے بنو فاطمہ کے لیے چند موزوں القاب لکھ دیں۔ تاکہ ہر خلیفہ ان القاب میں سے کسی ایک لقب کو اختیار کرتا رہے۔ چنانچہ انہوں نے چند القاب لکھ دیے۔ انہی میں عاصم بھی تھا۔ یہ عجب اتفاق ہے کہ یہ لقب آخری خلیفہ نے اختیار کیا۔ لعنت میں اس کے معنی توڑنے والے کے ہیں۔ گویا حکومت کو توڑنے والا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور حکومت پاس پاس ہو گئی۔

## خلفائے فاطمیہ

۲۹۷-۵۶۷ھ

عبید اللہ المہدی ۲۹۷ قائم ۳۲۲ھ

۲۸۷	مستعلی	۳۳۲	منصور
۲۹۵	آمر	۳۳۱	معز باند
۵۲۳	حافظ	۳۶۵	عزیز
۵۲۳	ظافر	۳۸۶	حاکم
۵۲۹	فائر	۴۱۱	ظاہر
۵۶۷-۵۵۵	عاضد الدین باللہ	۴۲۷	مستنصر

بقول ابن خلکان عاضد الدین باللہ کا دو شنبہ ۱۱ محرم ۵۶۷ھ کو نقطاع

خطبہ کے تیسرے روز انتقال ہو گیا اور صلاح الدین سلطان نور الدین  
والی دمشق کی طرف سے سیاہ و سفید کا مالک بن گیا۔ اس کے دو سال بعد  
۵۶۹ھ میں جب سلطان نور الدین کا انتقال ہو گیا تو صلاح الدین دمشق  
وغیرہ کا بھی حکمراں ہو گیا۔ اور اس طرح سلطان صلاح الدین کے لقب سے  
ملقب ہوا۔

بقول ابن خلکان سلطان صلاح الدین کے جنگی کارناموں کے ساتھ  
ساتھ علمی کارنامے بھی بے شمار ہیں۔ علاوہ ان مدارس اور اوقاف کے جو  
سلطان نور الدین نے دمشق وغیرہ میں جاری کیے تھے سلطان صلاح الدین  
نے مصر کو جامع العلوم بنادیا تھا۔ بنو فاطمہ کے حکمرانوں نے جتنی زیادہ اس  
طرف سے غفلت برتی تھی اسی قدر اس نے اس طرف توجہ کی اور بہت  
سے مدارس اور اوقاف اور شفاخانجات مختلف ناموں سے مصر و نیرسیت  
المقدس میں قائم کیے لیکن کسی کو اپنے نام سے منسوب نہیں کیا۔ فی الحقیقت



خفیہ صدقہ اسی کو کہتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس کو اپنی ذاتی شہرت کا خیال مطلقاً نہیں تھا۔ بلکہ خدمتِ اسلام و انسان اس کا مسلک تھا۔ اپنے عروج اور اپنی خود مختاری کے بعد وہ اپنے اور اپنی اولاد کے لیے بہت کچھ کر سکتا تھا، لیکن بقول ابن خلدان :

”مرنے کے بعد اس سلطان کے ذاتی خزانے میں سوئے سینتالیس درہم کے نہ سونا تھا نہ چاندی تھی۔ بوقتِ موت اپنے وارثوں کے لیے نہ کوئی مکان چھوڑا نہ باغ، نہ زمین نہ جاگیر“

مفصل حالات تاریخ ملت حصہ ہفتم تاریخ مصر میں لکھے جا چکے

ہیں۔

## عہدِ کلیب

افغالبہ کے زوال کے بعد فاطمیوں کا دورِ صقلیہ پر آیا جس میں ایشاعہ اسلام اور فتوحات کا دائرہ محدود ہو کر رہ گیا۔ افریقیہ میں فاطمیوں نے جو ظلم و جور دوسرے فرقِ اسلامیہ پر روا رکھے تھے انہی کا اعادہ صقلیہ میں بھی روا رکھا، شیعیت کو بہت کچھ پھیلا نا چاہا مگر عوام میں مقبولیت نہیں ہوئی۔ البتہ قاضی مفتی معزول کر دیے گئے۔ مذہبی تشدد و خوفناک طریقہ پر تھا۔ افریقیہ میں خلفائے بنی فاطمہ کے ولایتِ صقلیہ نے علماء و اصحابِ فضل ابوالقاسم طرزی قاضی صقلیہ اور ابوالعباس بن بطریقہ کو کوڑے لگوائے، ابن بذیل اور ابراہیم بن بردوم کو تہ تیغ کیا گیا۔ قلعوں اور مسجدوں میں جو

(تاریخ صقلیہ)

بانیوں کے نام کندہ تھے ان کو مٹا کر خلفائے فاطمی کے نام لکھے گئے مگر شیعت  
صرف حکام اور ولایت تک محدود تھی، عوام سب حنفی و مالکی، مذہب کے  
ماننے والے تھے، البتہ یہ ہوا کہ اسلامی گرفت ڈھیلی ہو گئی اور پہلا سا  
شعف باقی نہ رہا۔

## مسلمانانِ صقلیہ

صقلیہ میں اہل عرب اور بربر قوم کا ورود ۳۳۰ھ سے شروع ہوا جب  
صقلیہ کا علاقہ زیر نگین آتا گیا قبائل عرب، قریش، بنو کندہ، بنو فہر، بنو  
حظلا، اوس و خزرج اور افریقیہ کے برابر آکر مقیم ہونے لگے۔ بنو تمیم، بنو کلب  
فرمانروا خاندان کی حیثیت سے ممتاز تھے انہیں میں اکابر علماء بھی تھے۔  
عرب کے دیگر قبائل ربیع، بکری، ودانی، سہمی، معافری، کنانی، نجھی،  
قیسی یہاں آکر آباد ہونے لگے۔ بربر میں بنو کتامہ، بنو طریزی۔ ان کے علاوہ  
موالی اور نو مسلم صقلین تھے۔

عربوں کی تہذیب و تمدن کا اثر نو مسلم صقلین پر بھی پڑے بغیر نہ رہا  
وہ بھی اسلامی خوبیوں سے متصف ہو گئے اسلامی آبادی زیادہ تر بلرم دار الحکومت  
میں تھی یہی وجہ تھی کہ بلرم صقلیہ میں مثل قرطبہ و غرناطہ کے تھا۔ کثرت سے مساجد  
حمام، مدارس، محلات یہاں مسلمانوں نے تعمیر کیے تھے یہ پُر رونق شہر بن گیا  
تھا۔

## دارالحکومت

بلرم صقلیہ کا شیراز تھا، شہر کی محلہ وار تقسیم تھی۔ سرکاری عمارتیں، جداگانہ دفاتر امراء کے عالی شان محل، مکانوں کے ارد گرد چمن بندیاں، بہت بخش فوارے، مرمریں و سنگ رخام کی سڑکیں پُر رونق بازار، کثرت سے ہنریں تھیں جو بڑی عمارت کے خانہ باغ میں سے گزرتی تھیں۔ ہوٹل، حمام، بجا، کثرت سے مساجد جن میں سے تین سو مشہور تھیں۔ جامع مسجد بڑی شاندار تھی۔ قصر سودا، قصر جعفر خوبصورتی کے اعتبار سے لاجواب محلات تھے۔ ان کے علاوہ بہت سے امراء کے اور ولایت کے محلات تھے

## بلاد صقلیہ

بلرم۔ یہ دارالحکومت تھا اور مثل قرطبہ کے تھا۔  
 شرمہ۔ بلرم سے ۲۵ میل جانب جنوب تھا زری و تجارتی حیثیت تھی۔  
 شغادمی۔ شرمہ سے ۲۵ میل پر آباد تھا ارد گرد پہاڑ سے محیط ہے۔  
 مسینا۔ بلرم کے بعد دوسرا مرکزی شہر تھا یہ بڑی بندرگاہ تھی۔  
 طبرمین۔ کوہ آتش فشان کے دامن میں تھا یہاں سونے کی کان تھی۔  
 قطانیہ۔ یہ تجارت کی بڑی منڈی تھی۔  
 لیاج۔ کوہ آتش فشاں کے مشرق میں تھا۔

لہنتنی۔ سمندر سے چھ میل تھا۔  
 سر قوسہ۔ جنگی قلعہ تھا یہ علما کی بستی تھی۔  
 شنگہ۔ ساحل سمندر سے ۳ میل تھا، تجارتی جگہ تھی۔  
 الموص۔ شنگہ سے ۱۳ میل پر واقع تھا۔

بشیرہ۔

لنباذہ۔

شاقہ۔ جرجنٹ سے ۲۵ میل ساحل پر آباد تھا۔  
 مازر۔ صقلیہ کا سب سے پہلا اسلامی شہر ہے یہ تجارتی حیثیت سے افریقہ  
 اور صقلیہ کا نقطہ اتصال تھا۔

طرابنس۔

قلعہ اوبی۔ ساحل کا اوسط درجہ کا شہر تھا۔  
 جرجنٹ۔ ساحل سے تین میل پر تھا، شہر آباد اور پر رونق تھا۔  
 نوطن۔ سمندر سے ۸ میل پر آباد تھا یہاں زراعت و صنعت و حرفت ترقی  
 پر تھی۔

قصر بایہ۔ یہ رومیوں کی یادگار سے ہے۔  
 علقمہ۔ بلرم اور طرابنس کے راستہ پر تھا۔

# علماء و صقلیہ

## صقلیہ کا علمی دور

صقلیہ یونان اور رومیوں کے عہد میں بھی علوم و فنون کا مرکز رہا ہے مگر مسلمانوں کے ورودِ مسعود سے پہلے ہی تمام آثارِ علمیہ مٹ چکے تھے جہالت کا عمل دخل تھا۔ عیسائی علماء اور اساقف اپنے اقتدار کی خاطر عوام کو جاہل بنا کر رکھنا ضروری سمجھتے تھے۔ مسلمانوں کے قدم پہنچتے ہی علم کی روشنی پھیلنے لگی۔ بڑے بڑے علماء عالمِ اسلامی سے یہاں آ گئے، انہوں نے علومِ قرآن، حدیث، فقہ، اصول فقہ، اصول حدیث، کلام، مناظرہ، مغازی، تاریخ و جہال، صرف و نحو، ادب و لغت اور طب کی عام اشاعت کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل صقلیہ میں اصحابِ فضل و کمال کثرت سے پیدا ہوئے، اس جگہ انہی اصحابِ علم کے حالات مختصراً تحریر کیے جاتے ہیں۔

## تذکرہ اربابِ فضل و کمال

ابن الحکار شیخ ابو حفص بن عبد النور المعروف بابن الحکار اپنے وقت کے جید عالم تھے، قاضی عیاض کو ان کے علم و فضل کا اعتراف ہے اور ابن قسطلانی نے ایک قصیدہ ان کی مدح میں لکھا ہے۔ شرح المدونہ، استفاد علی التوسنی فی الف مسئلہ مختصر کتاب التہامات آپ کی یادگار سے ہیں

ابن صاحب الخمس ابو محمد مختلف علوم میں دستگاہ تھی۔ ابو القاسم  
عبدالرحمن بن محمد معافری جو قاضی عیاض کے اُستاد تھے ان سے تلمذ رکھتے  
تھے۔ علم حدیث کی اشاعت آپ سے صقلیہ میں خوب ہوئی اس کے علاوہ  
اصول فقہ و فرائض میں ملکہ خاص تھا، امام سمجھے جاتے تھے مگر فتویٰ دینے  
میں محتاط تھے۔

ابن ابی الفرج ذکی مازری، پورا نام شیخ ابو عبد اللہ محمد بن ابی الفرج  
ذکی تھا، فقہ علماء و ماہر سے حاصل کی، قیروان جا کر قلعہ بنی حماد میں قیام کیا  
ابو القاسم سیوری اور علامہ خرقی سے بقیہ علوم کی تحصیل کی، درس تدریس  
شغل تھا ابو الفضل ابن لغوی قاضی ابو عبد اللہ بن داؤد تلامذہ میں سے  
تھے۔ علوم ادب و کلام میں انتہائی درجہ رکھتے تھے۔ کتاب تعلق و رسالہ  
اعتراضات بر فتاویٰ سیوری یادگار سے ہیں

ابن حجر۔ ابو زید عبدالرحمن بن علی بن محمد قرظی معروف بابن حجر ساتویں صدی  
کے نقباء صقلیہ سے تھے قیام بجایہ میں تھا۔ ابتدائی علوم تحصیل کر کے افریقہ  
گئے۔ ابو زید عبدالرحمن بن اسمعیل بن حداد تونس سے علم فقہ حاصل کیا بخو  
لعت میں بڑے ماہر مشہور تھے، بجایہ میں درس و تدریس کا شغل اختیار  
کیا، طبعی عمر یا کر وصال ہوا۔

ابن حیون ششلی کا پورا نام الحاج الخطیب ابو عبد اللہ محمد بن علی بن محمد  
بن حسن بن حیون ششلی، فن فقہ کی تحصیل کے بعد مراکش گئے شیخ الاسلام  
کے عہدہ پر سرفراز ہوئے۔ صقلیہ میں آپ کی ذات سے علوم اسلام کی بڑی

اشاعت ہوئی، فقہ کو بڑا فروغ ہوا۔ ۹۶ھ میں انتقال ہوا۔  
 ابن المودب عبد اللہ بن ابراہیم بن شنی طوسی، اصل وطن قیروان تھا۔  
 علم ادب حاصل کر کے والی صقلیہ ثقہ الدولہ کی علماء پروری سن کر وطن  
 سے صقلیہ آیا اور ثقہ الدولہ کی خدمت میں باریاب ہوا، مگر اس کی قدرانی  
 کچھ نہ ہوئی جس پر اس نے اس کی ہجو لکھ ڈالی آخر خارج البلد کر دیا گیا۔  
 ابن کلامی ابوالعباس احمد بن کلامی فقیہ علم ادب کا متبحر عالم تھا، اور  
 اس کے ساتھ ذوق شاعری رکھتا تھا بقیہ احوال پسرنا آسکے۔  
 ابن فہام مقری علم نحو کا بڑا ماہر تھا ابن ناشاد نحوی سے تلمذ اختیار کیا  
 تھا، اس کی تالیفات نحو میں تھیں۔ علماء نے نحو میں خاص شہرت تھی۔  
 ابن رشیق ابو علی حسن بن رشیق۔ وطن اصلی قیروان تھا مگر تمام عمر صقلیہ  
 میں گزار دی۔ کتاب العہدہ آپ کی بہترین یادگار ہے، اس کے علاوہ کتاب  
 الشذوذ فی اللغۃ، میزان العمل، الروضۃ الموشیۃ، کتاب المساوی۔ مختصر  
 الموطا، المودج اللغۃ، تاریخ قیروان، دیوان ابن رشیق۔ یہ کتابیں اس  
 کی تالیفات سے ہیں۔ ابن رشیق نے ماہ ۳۶۳ھ میں وفات پائی۔  
 اور وہیں سپرد خاک ہوا۔

ابن القطاع۔ ابوالقاسم محمد بن علی معروف بابن القطاع۔ یہ زیادۃ اللہ  
 بن محمد الاغلب والی افریقیہ کی اولاد سے تھا جب اس کے اسلاف سے  
 حکمرانی گئی تو ابن القطاع کے جدا فریقہ سے اسپین چلے گئے پھر یہ خاندان

صقلیہ منتقل ہو گیا، اعلیٰ خاندان فرمانروائی کے ساتھ علم و فضل سے دلی لگاؤ رکھتا تھا۔

ابن القطاع، ۳۳۳ھ میں پیدا ہوئے۔ صقلیہ میں علم ادب کا چرچا تھا، ابو بکر محمد بن علی بن حسن بن عبدالبر لغوی سے تمام اصناف ادب کی تحصیل کی اور خود ذاتی مطالعہ سے لغت و نحو میں صاحب کمال ہوئے۔ جوہری کی مشہور کتاب صحاح اپنے استاد سے پڑھی تھی اور اس کی ترویج میں سرگرم سعی کی ابن خلکان کہتا ہے:-

”وہ مشہور علماء سے تھا، ادب میں ید طولیٰ رکھتا تھا، ائمہ ادب خصوصاً اہل لغت ہیں سے ایک تھا اور علم نحو میں تہا درجہ بلند رتبہ رکھتا تھا۔“

نارمنی غلبہ سے وطن سے نکل کر مصر گیا، الامر باحکام اللہ فاطمی (۴۹۵ھ-۵۲۴ھ) کا زمانہ تھا اس کے وزیر افضل بن امیر انجوش بدر الجہالی نے اپنے لڑکے کی انالیقی پر مامور کیا۔ حواشی صحاح جوہری۔ کتاب الافعال، کتاب الاسماء کتاب الابنیہ، کتاب السیف، کتاب القصار واسمائیم و صفتائیم، کتاب العروض۔ یہ کتب اس کی یادگار سے ہیں، ۵۱۵ھ میں انتقال کیا۔ ابن السوسی۔ اصل نام عثمان بن عبدالرحمن تھا عبدالرحمن ثالث ہیں قیام پذیر تھے وہیں ابن السوسی پیدا ہوئے وہیں علوم کی تحصیل کی ادب اپنے والد سے حاصل کیا پھر بلرم آئے اور ستر سال کی عمر میں فوت ہوئے شیخو



شاعری میں معقول درجہ رکھتا تھا۔

ابن حمدیس سرقوسی۔ نام ابو محمد عبد الجبار بن ابو بکر بن حمدیس ازدی تھا۔  
 ۳۲۷ھ میں پیدا ہوا۔ تعلیم و تربیت صقلیہ میں پائی۔ پچھن سے شعر گوئی سے  
 شوق تھا، اس کے کلام کی شہرت صقلیہ سے نکل کر مصر اور اندلس تک پہنچی  
 یہاں نارمنوں کا اقتدار رکھتا اپنے باپ کو صقلیہ میں چھوڑ کر ۳۳۱ھ میں افریقہ  
 چلا گیا، یہاں عربی علم ادب میں کامل مہارت پیدا کی اور اندلس چلا گیا اور  
 المتعز شاہ اشبیلیہ کے دربار سے منسلک ہو گیا اور اس کی شان میں  
 مدحیہ قصائد وائتہ، زائتہ، لامیہ مشہور ہیں۔ پھر ۳۳۳ھ میں افریقہ چلا آیا۔  
 پھر مورقہ میں قیام کیا، یہیں ۳۵۲ھ میں انتقال کیا۔

ابن بشر بن صقلی۔ علم ادب و انشاء میں کامل مہارت رکھتا تھا۔ یہ  
 نارمنوں کے زمانہ میں دیوان الرسائل والا نشار کا افسر اعلیٰ تھا۔ راجردوم  
 کی شان میں مدحیہ شعر کہے، راجر اس کی بڑی قدر کیا کرتا تھا یہیں وفات پائی۔  
 ابن قلافس۔ نام ابو الفتح نصر اللہ بن عبد اللہ بن مخلوف اصل رہنے  
 والا مصر کا تھا۔ ابن قلافس عربی علم ادب کا بڑا ماہر اور شعرو سخن میں نامور  
 تھا۔ ۵۶۲ھ میں صقلیہ آیا قائد ابو القاسم بن الجبر کے دامن دولت سے وابستہ  
 ہو گیا۔ یہیں عمر گزار دی۔

ابن الجبری۔ قریب بجایہ میں قیام تھا، فقہائے صقلیہ میں شمار ہے، علم نحو  
 لغت کے ماہر حکومت کی طرف سے بجایہ میں عہدہ دار رکھے یہیں وفات  
 ہوا۔

ابن الکوئی - نام ابوالحسن علی بن عبداللہ بن ابیحبار تھا۔ علمائے عصر سے  
 اکتساب علم کیا، فقیہ تھے، ان کا ذکر قاضی عیاض نے کیا ہے۔ صاحب فتاویٰ  
 تھے۔ اور حال معلوم نہ ہو سکا۔

ابن القابلہ - صقلیہ کے متقدمین فقہار سے تھے۔ دیگر حالات زندگی پر  
 پردہ پڑا ہے۔

ابن المعظم - ابوالحسن علی بن ابراہیم بن علی - علم نحو و لغت کا عالم تھا  
 تعبیر و بیا میں اس کی شہرت تھی۔ ۱۱۵۵ھ میں انتقال ہوا۔

ابن یونس - ابو بکر محمد بن عبداللہ ابن یونس ہمدانی علم فرائض کے امام مشہور  
 ہیں، ان کے اساتذہ میں قاضی ابوالحسن الحصاری، عتیق بن الفرسی -  
 ابن ابی العباس ہیں۔ فقہائے صقلیہ میں ممتاز گئے جاتے تھے۔ ابن فرعون  
 کا بیان ہے "فقہ امام اور علم فرائض کے ماہر تھے" علمی خدمت کے سوا  
 فوجی خدمات میں بھی پیش پیش تھے، علم فقہ میں کتاب شرح مدونہ پر مفید  
 اصنافہ کیلئے دوسری کتاب فرائض میں تھی۔ ۲۰ ربیع الاول ۳۵۸ھ  
 میں وفات پائی۔

ابن ظفر - علم ادب و نحو و لغت میں ماہر کامل، شعر و سخن میں صاحب  
 کمال تھے۔ ان کی متعدد کتب سلوان المطابع فی عدوان الطباع - طبع  
 اللغۃ، کتاب المسفریہ، کتاب التقیب، کتاب اولام الخواص فی اتمام  
 الخواص، کتاب الاشتراک اللغوی والاستنباط المعنوی، کتاب الاشارة  
 الی علم العبارہ، کتاب القواعد والبیان، کتاب نصاب الذکرئی - کتاب

ریاض الذکری، کتاب الخوذ الواقیہ والغوذ الرقیہ، کتاب الجرد والعواقب -  
کتاب مالک الاذکار فی مسالک الافکار زیاد گار سے ہیں ۴۵۶۵ میں  
وفات پائی۔

ابوبکر بن عقال صقلی محدث اساتذہ حدیث میں شیخ ابوبکر محمد النعالی  
متوفی ۳۸۰ھ شیخ ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن احمد (۳۹۲ھ) تھے۔ ابوبکر  
صقلی ابوالقاسم کے معاصر تھے۔ ابو عبد اللہ محمد بن عباس انصاری نے ان  
سے علم حدیث حاصل کیا

ابوبکر محمد بن علی بن حسن بن عبد البر التیمی لغوی علم حدیث کے لیے مصر وغیرہ  
کا سفر کیا، ابوذر عبد بن احمد ہروی صالح بن رشیدین مصری وغیرہ سے علم  
حدیث کی تحصیل کیا، وطن لوٹ کر درس جاری کیا، ابن القطاع کے ارشاد  
تلامذہ سے تھے ۳۵۰ھ تک بقید حیات تھے یہ

ابوبکر عتیق بن علی بن داؤد سمطاری۔ عالم اسلامی کی سیاحت کی،  
علم حدیث سے شغف تھا، علماء اور صوفیہ کی صحبتیں اٹھائیں، واپسی  
پر تصنیف و تالیف کا شغل اختیار کیا، فقہ و حدیث میں عمدہ تالیفات  
کیں۔ ۳۲۰ھ - ربیع الآخر ۳۶۳ھ میں وصال ہوا۔

ابوبکر بن محمد سابق کہ گئے ایک محدثہ کریمہ بنت احمد مروزی سے بھی  
حدیث کی تحصیل کی پھر اندلس گئے، غناطہ میں اقامت اختیار کر کے وہاں سے  
جاری کیا۔ ابوبکر بن غطیبہ اور ابوالحسن علی بن احمد مرقی وغیرہ نے ان سے

لے اخبار اکمل، قسطنطینی

علم حدیث حاصل کیا ۲۷۳ھ میں مصر میں انتقال کیا۔ امام مالک کی کھڑا  
کی شرح المسالک کے نام سے ان کی یادگار ہے

ابوبکر محمد بن ابراہیم بن موسیٰ التیمی حدیث کی تحصیل کے لیے عراق کا سفر  
کیا۔ عبداللہ بن محمد مبارک کی اور حفص بن عمر سے تلمذ اختیار کیا۔ تلامذہ  
ابو علی حسین اور ابوالحسن الفقی اور تصوف شیخ الطائفہ جنید بغدادی  
اور شیخ ابوالحسن نوری سے حاصل کیا۔ تاریخ وفات معلوم نہ ہو سکی۔

ابوبکر صقلی فرضی مالکی شیخ الحدیث تھے، قابسی ان کے شیخ الحدیث ہیں  
سمنطاری اور ابن یونس متوفی ۲۵۷ھ تلامذہ سے ہیں۔ اس کے علاوہ  
علم فرائض میں بڑا درک رکھتے تھے۔

ابوبکر ابن العباس۔ علوم کی تحصیل ابو محمد بن ابی زید سے کی۔ صقلیہ  
کے فقیہ اعظم تھے، ان کے شاگرد فقہ میں ابوبکر بن یونس متوفی ۲۴۵ھ تھے۔  
ابوبکر بن محمد بن حسن بن علی ربیع فہاک قریہ جرجنت سے تھے۔ فن فقہ  
علمائے عصر سے تحصیل کر کے افریقہ گئے اسکندریہ میں قیام کیا وہیں ۲۳۵ھ  
میں انتقال کیا۔

ابوبکر محمد بن احمد بن ابراہیم المعظم صوفی شیخ ابویونس نصیر المتعبد (۳۰۲ھ) کے حلقہ  
کے تھے تمام عمر عبادت اور مجاہدہ میں گزار دی۔

ابوبکر احمد بن محمد بن ابی یحییٰ قرشی المتعبد کے لقب سے ملقب تھے شیخ  
ابولارون اندلسی سے فیوہقی حاصل کیے۔ زیادہ حال ان کا نہ میسر آیا۔

ابو الحسن علی بن مفرج بن عبدالرحمن، وطن سے حجاز گئے مکہ معظمہ میں قیام پذیر ہوئے حکومت نے عمدہ قصار پر ممتاز کیا، اس کے ساتھ شغل درس و تدریس تھا۔ محمد بن ابی سعید اسفرائینی اور حافظ ابوذر عبد بن احمد مالکی ان کے شیوخ خدمت اور ابوالقاسم ہبہ اللہ بن عبدالوارث شیرازی وغیرہ تلامذہ سے تھے۔ ان کی وفات ۳۲۴ھ میں ہوئی۔

ابو الحسن احمد بن عبدالرحمن ابن اخصائری۔ کبار فقہار میں شمار تھا حدیث میں بھی درک تھا۔ ابو محمد بن ابی زید و ابو الحسن بن بکرون سے تلمذ تھا۔ اصحاب درس سے تھے ۳۲۵ھ تک زندہ رہے۔

ابو الحسن علی بن شیخ بن عزنہ صقلی۔ شیخ ابوطاہر محمد بن علی بن محمد شافعی بغدادی سے تلمذ تھا تصوف سے لگاؤ تھا ۳۳۳ھ میں اندلس گئے اور وہیں سپرد خاک ہوئے۔

ابو الحسن علی بن محمد بن علی معروف بابن النجیاط ربیع ممتاز شعرا میں سے تھا، دولت کلبیہ کا دیباری شاعر تھا اکثر والیان صقلیہ کی شان میں قصیدے لکھے تاج الدولہ اس کا بڑا قدردان تھا۔ تائید الدولہ کی شان میں جو قصیدہ لکھا اس کا یہ شعر نمونہ کے طور سے پیش ہے۔

لا تفرحن ولا تحزن لنا شیءاً بعلیک بالخیرا وبالشر لعمریم۔

کسی پیش آنے والی بات پر نہ خوش ہو درنجیدہ کیونکہ بھلائی یا برائی ہمیشہ باقی نہ رہی لہ  
ابو الحسن علی بن عبدالرحمن ابن ابی البشار بلنونی (بلنونہ) علم نحو و عروض

کا عالم تھا، اصنافِ ادب پر کامل عبور تھا، صقلیہ سے اسکندریہ چلا گیا۔  
 جہاں امام نحو مشہور ہوا، شاعری میں بھی اس کی شہرت تھی عمر بن نعیم  
 اس کا شاگرد تھا۔ ۳۵۵ھ تک زندہ تھا۔ خزیمی نے اس کا مجموعہ اشعار مرتب  
 کیا۔

ابو الحسن علی بن حسن بن حبیب لغوی علمائے لغت و ادب سے تھا۔ یہاں  
 نے مجمع المادبا میں اشعار نقل کیے ہیں  
 ابوالحسن بن حبان ہمدوی یہ نارسوں کے عہد کا شاعر تھا۔ اس کا  
 ایک شعر ہے :-

متطلع لذوی السر علی من کاسہ :- بنجم یکن الی الصبا حد لیل  
 (اس کے جام سے رات کے مساز کے لیے ایسا ستارہ طلوع ہوا جو صبح کی دلیل تھا،  
 ابو حفص صقلی۔ ابوالقاسم عبدالرحمن بن محمد لوانی معروف بہ خزیمی۔  
 شیوخ حدیث میں سے ہیں آپ کے ذریعہ صقلیہ میں حدیث کی اشاعت  
 ہوئی یہ

ابو حفص عمر بن خلف بن مکی شیخ الحدیث تھے فن لغت میں تبحر کا درجہ  
 رکھتے تھے ۳۶۳ھ میں بیونس چلے گئے اور محکمہ قضا ان کی سپروگی میں ہوا  
 اور امام جمعہ بھی تھے، وہیں آپ کا وصال ہوا۔

ابوالعباس قلووری محمد بن عمرو بن عباس اکابر محدثین میں شمار کیے گئے،  
 یہ تحصیل علم کے لیے بصرہ آئے، امام حدیث علی بن مدائنی کے جواہر امت

افتیاری کی یعقوب بن اسحاق غوفی سعید بن عاجز ضبعی محدثین سے حدیث حاصل کی۔ ان کے تلامذہ میں امام ابو داؤد ہوسخ محمد بن جریر طبری، ابوبکر بزاز، ابوبکر بن صدقہ، سعید بن عبد اللہ مہرانی، محمد بن محمد بن سلیمان باغندی محمد بن عباس، ابن احزم، ابو عمرو، ابن صاعد سے جلیل القدر محدثین تھے۔ ابولیت صقلی ہند سین میں صاحب کمال تھا۔ وطن سے اندلس چلا گیا، اشبیلیہ پہنچا یہاں کی جامع اس کی دیرنگرانی تعمیر ہوئی اس عمارت کی تعریف اسکاٹ بھی کرتا ہے یہ

ابوالقاسم عتیق محمد بن حکیم تمیمی محدثین میں شمار تھا، تصوف میں غلو رکھتے تھے، کتاب الانساب سمعانی میں ان کا ذکر ہے۔

ابوالقاسم عبدالرحمن بن محمد بکر علما کے عصر میں ممتاز سمجھے جاتے تھے علم حدیث و فقہ میں درک حاصل تھا۔ قیروان کا سفر کیا ابوالحسن علی بن محمد بن مسرور دباغ، حبیب بن نصر جزری وغیرہ سے حدیث کی تحصیل کی پھر مصر گئے۔ ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابراہیم بلخی، ابن زکریا رازی ہاشمی سے احادیث کی سماعت کی ۳۵۰ھ میں مکہ معظمہ پہنچے۔ ۳۶۸ھ سے پہلے ان کی وفات ہوئی۔

ابوالقاسم صقلی علما کے عصر سے علوم کی تحصیل کی قیروان جا کر درس حدیث کا سلسلہ جاری کیا، ابو عبد اللہ محمد بن عباس انصاری متوفی ۳۶۲ھ اور ابواضیح بن موسیٰ ان کے ارشد تلامذہ سے تھے۔

ابوالقاسم عبدالرحمن بن محمد لواتی معروف بہ زحرفی ابن ابی الفرج مدنی  
قاسم سرقوسی اور ابوالکفص صقلی جیسے اکابر حدیث سے حدیث کی تحصیل  
کی درس و تدریس شغل قرار دیا، عمر طبعی پا کر انتقال کیا۔

ابوالقاسم بن حداد۔ ابن الحکار کے معاصر تھے، فقہائے صقلیہ میں  
شمار تھے، اپنے معاصرین میں توقیر و منزلت سے دیکھے جلتے صاحب فتویٰ  
تھے مان کی فقہی تالیف کا پتہ نہ چلا اور تاریخ وفات معلوم نہ ہو سکی۔

اسمعیل بن خلف صقلی کا نام ابوطاہر اسمعیل بن خلف بن سعید  
بن عمران ہے۔ تذکرہ نویس ابن خلکان ان کے متعلق لکھتا ہے کہ کان  
امامانی علوم الادب و متقدما لفن القراءت "دینی علوم کی تحصیل کے لیے مصر  
گئے، مفسر قرآن علی بن ابراہیم الحوفی سے تلمذ اختیار کیا۔ پھر وطن لوٹ  
کر درس و تدریس میں لگ گئے، مگر آخر میں اندلس گئے پھر مصر گئے اور وہیں  
۳۵۵ھ میں انتقال کیا۔ کتاب العنوان فی القراءت، کتاب الاکتفائی القراءۃ،  
کتاب اعراب القرآن وغیرہ۔ یہ کتابیں یادگار سے ہیں۔

ابوالفتح زیان صقلیہ کا رہنے والا تھا۔ علم ہندسہ کا ماہر تھا ۳۲۵ھ میں  
والی طرابلس کے پاس چلا گیا جہاں طرابلس الغرب کی تحصیل اس کی زیر  
نگرانی تعمیر ہوئی۔

ابوعبداللہ محمد بن عیسیٰ الصقلی الفقیہ کے متعلق فقط متوفی ۶۲۶ھ لکھتا  
ہے "صقلیہ کے ارباب علم میں تھے علوم ہندسہ و نجوم میں ماہر تھے۔"



ابو افضل بن احمد و ابی علم ہندسہ کا ماہر تھا، اپنے فضل و کمال سے عمدہ وزارت پر سرفراز ہوا۔

قاضی اسد بن فرات شہید۔ قاضی اسد کی کنیت ابو عبد اللہ تھی، والد کا نام فرات تھا، دادا انسان کے نام سے مخاطب تھے ان کا خاندان بنو سلم بن قیس کے آزاد کردہ غلاموں میں سے تھا۔ آبائی وطن نیشاپور تھا، فرات ترک وطن کر کے حران آئے یہیں قاضی اسد ۱۳۲۲ھ میں پیدا ہوئے، آبائی پیشہ سپہ گری تھا۔ فرات ۱۳۲۲ھ میں محمد بن اشعث کی فوج کے ساتھ افریقہ آئے، قیروان میں اقامت اختیار کی۔ پھر یہ گھرانہ یونس چلا گیا، وہاں اسد نے علوم عربیہ کی تحصیل شروع کی، علی ابن زیاد سے علم حدیث و فن فقہ حاصل کیا اور موطا امام مالک ان ہی سے پڑھی، ۱۳۲۲ھ میں مدینہ پہنچ کر امام مالک کے حلقہ درس میں شریک ہوئے اور موطا پڑھ کر عراق گئے امام ابو یوسف اور امام محمد بن حسن شیبانی اور اسد بن عمرو کے حلقہ درس میں شریک ہوئے، امام محمد ان کے ساتھ خصوصیت برتتے تھے ان کی سفارش سے ولی عہد امین الرشید تک رسائی ہوئی اور اس نے اسد کو زاد راہ قران کے سفر کرنے کے لیے عطا فرمایا۔ مصر روانہ ہو گئے۔ عبدالرحمن بن قاسم کی فیوض سے مستفید ہوئے اور اسدیہ کی تدوین شروع کر دی ابن قاسم سے روزانہ مسائل فقہ کے سوالات کرتے، وہ جو جوابات دیتے اسد سوال و جواب دونوں کو بترتیب لکھ لیتے۔ ابن قاسم اپنے جوابوں میں امام مالک کے فتاویٰ بیان کرتے

(تاریخ مستقیم)

ان پر احادیث سے استدلال لاتے قیاس و رائے سے جوابات کی صحت کے ثبوت فراہم کرتے غرضکہ ساٹھ جڑوں میں سوال و جواب مدون ہو گئے یہی کتاب فقہ مالکی کی سب سے پہلی ہے۔ اسد<sup>۱۸۱</sup> میں مصر سے قیروان واپس آئے اور درس و تدریس کا آغاز کیا۔ موطا اور اپنی تالیف اسدیہ کا درس دیتے۔ صد ہا علماء فیضیاب ہوئے۔ امام سعفون اور اسد میں حبشک علی بن علی، انہوں نے ترکیب سے اس کی نقل حاصل کی اور ابن قاسم سے مل کر کچھ مسائل میں صحت کراہی اور اس کو المدوۃ الکبریٰ کے نام سے شہرت دی۔ ایک زمانہ تک اسد قرآن کے عمدہ قضا پر ممتاز رہے پھر صقلیہ فتح کرنے تشریف لے گئے تفصیلی ذکر پہلے آچکا ہے۔<sup>۲۱۲</sup> میں قاضی اسد نے صقلیہ کو دارالاسلام بنانے کا فیصلہ کیا اور صقلیہ میں اسلامی حکومت کی داغ بیل ڈالی۔<sup>۲۱۳</sup> میں ایک معرکہ میں جام شہادت نوش فرمایا۔

امام مازری۔ ابو عبد اللہ محمد بن علی بن عمر تمیمی معروف بہ امام مازری، صقلیہ کے شہر مازری میں ان کا خاندان مقیم تھا یہیں پیدا ہوئے اور ابتدائی تعلیم و تربیت یہیں ہوئی علوم کی تکمیل کے لیے ہمدیہ (افریقہ) گئے۔ ابو محمد بن عبد الحمید سوسی اور علامہ نجبی سے علوم کی تحصیل کی ابن خلکان لکھتا ہے "یہ ان اکابرین میں ہیں جن کی طرف حدیث کے حافظہ اور علم کلام میں ماہر ہونے کی وجہ سے انگلیاں اٹھائی جاتی تھیں۔۔۔ وہ ارباب

۱۸۱۔ معالم الایمان جلد ۲ ص ۲ تا ۱۳ اور بیبا ج المذہب ص ۹۸۔ احسن التقاسیم مقدسی

فضل میں سے تھے مختلف علوم میں دستگاہ رکھتے تھے۔ امام کی بہ کثرت بلند پایہ کتابیں مختلف علوم میں ہیں۔ مسلم کی شرح کتاب المعلم ان کی مشہور ہے۔ دوسری تعلیقات بروایت جوزقی ہے۔

المعلم کے شائع ہوتے ہی قاضی عیاض صاحب شفا متوفی ۵۲۳ھ نے امام سے اس کی روایت بالا جازہ کی سند منگائی، ان کے علاوہ اور حضرات نے بھی شرح لکھی ہیں ان کا مفصل حال تاریخ صقلیہ جلد دوم میں ہے۔ محمد بن تومرث ہمدی آپ سے شرف تلمذ رکھتا تھا۔ ۲۔ ربیع الاول ۵۳۵ھ میں وفات پائی۔

ابو محمد عبدالکریم صقلی۔ علم ہندسہ کا بڑا ماہر تھا۔ مصر پہنچا مصر کے وزیر المامون متوفی ۸۰۵ھ قاہرہ میں رصد گاہ تعمیر کرایا تھا، دیگر ہندسین کے ساتھ یہ بھی شریک کیا گیا۔ مگر الامرا بحکام اللہ فاطمی نے یہ سلسلہ مامون کے مرنے کے بعد ختم کرا دیا۔

ابو محمد صاحب اکتیس۔ ان کا شمار محدثین میں ہے، اصول فقہ و فرائض کے بڑے ماہر تھے۔ قاضی عیاض کا بیان ہے ”یہ فقیہ متکلم، اصولی، فاضل اور اپنے وطن میں شہرت رکھتے تھے“ بقیہ زندگی کے حالات پردہ حفا میں ہیں۔

ابو محمد عبدالجلیل بن مخلوف مورثین صقلیہ سے تھے۔ ان کے شیخ حدیث عبدالملک بن حسن صقلی اور شاگردوں میں شیخ ابو محمد عبدالقادر قروی مشہور

۱۔ خط مصر مقرزی جلد ۱ ص ۲۰۶۔

ہیں۔ درس تدریس مشغول تھا۔ ۳۵۹ھ میں فوت ہوئے۔

ابو محمد بن محمد صقلی کنیت ابو بکر تھی۔ پورا نام محمد بن محمد بن ابی الفضل مغیث بن عبد الرحمن بن مجاہد تھا۔ علم حدیث اور فقہ کے بڑے عالم تھے، برع فی الفقہ کہے جاتے تھے۔ صقلیہ میں آپ کے ذریعہ حدیث و فقہ کی بڑی اشاعت ہوئی۔ تاریخ وفات کا پتہ نہ چلا۔

ابو محمد بن صمنہ صقلیہ کے مشہور شاعر تھے اور فقہ میں ید طولیٰ تھا۔ ہم عصر شعرا سے چشمک رہتی تھی۔ فقیہ عیسیٰ بن عبد المنعم سے شاعرانہ نوک جھونک رہتی، ابن صمنہ نظم کا جواب نظم میں دیتے۔ آپ کے علم و فضل کے علمائے معاصرین معترف تھے۔ تاریخ وفات معلوم نہ ہو سکی۔

ابو محمد عبد اللہ بن مبارک شیوخ وقت سے تھے، علم و فضل کے ساتھ تصوف سے دلی لگاؤ تھا عابد و زاہد قائم اللیل و صائم النهار مشہور تھے، رشد و ہدایت آپ کا مشغلہ تھا۔ آپ کی صحبت میں اصحابِ حال حالِ قال شریک ہوا کرتے۔

ابو محمد عمار بن منصور کلبی۔ صقلیہ کے ولایت کلبیہ کے خاندان سے امیر کبیر تھے مختلف علوم کے ماہر شعر گوئی میں صاحبِ کمال تھے۔

تقول لقد رأیت رجال نجد : وما ابصرت مثلك من یمان

ابو محمد عبد المعطی بن محمد۔ وطن سرقوسہ تھا علمائے عصر سے اکتسابِ علم کیا۔ علوم معقولہ بالخصوص منطق میں دستگاہ رکھتے تھے۔ فن منطق میں ان کے کثیر التعداد شاگرد تھے۔ صقلیہ میں معقولات کی ترویج آپ کی ذات

سے ہوئی۔

ابو محمد عبداللہ بن محمد تنوخی معروف بابن قاضی مہبلہ، باکمال شاعر تھے، ثقۃ الدولہ کے دربار سے وابستہ تھے، ابن خلکان نے ثقۃ الدولہ کی شان میں جو قصیدہ ان کا ہے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔ فصیح و بلیغ کلام ہے۔ ابو محمد عبدالسلام بن ابراہیم اصلی وطن صقلیہ تھا، ان کے بزرگ مراکش میں مقیم ہو گئے۔ والی ابوالفارس عبدالعزیز بن ابوالحسن کے دربار سے یہ منسلک تھے دیگر علوم کے ساتھ فن طب میں بڑی شہرت تھی۔ فن جرات میں ان کا ایک رسالہ ہے۔ ۵۔ جمادی الاولیٰ ۴۲۲ھ میں وفات پائی ابو عبداللہ محمد بن عیسیٰ بن عبدالمنعم ہندس۔ شعر و شاعری سے ذوق رکھتا تھا، انشاء پر دازی کی شہرت تھی۔ امرائے صقلیہ کی عمارات کی تعمیر میں آپ کی کار فرمائی کو دخل ہے۔

حجۃ الدین ابن ظفر۔ ابو عبداللہ محمد بن ابی محمد بن ظفر صقلی۔ علوم قرآن و ادب میں امتیاز رکھتے تھے۔ حجۃ الدین لقب تھا۔ اسلاف مکہ معظمہ کے رہنے والے تھے۔ ۵۶۵ھ میں حماہ میں وفات پائی۔ التفسیر الکبیر۔ کتاب ینبوع الحیات فی تفسیر الذکر الحکیم وغیرہ کثیر التعداد کتب یادگار سے ہیں۔ خلف بن عبداللہ صقلوی۔ چھٹی صدی کے علماء میں سے ہیں مدرس تدریس شغل تھا، شمالی افریقہ میں مزار ہے۔ سال وفات ۵۲۲ھ ہے۔ علم نحو میں ان کی شہرت ہے۔

دعامة بن محمد۔ علماء عصر سے علوم کی تحصیل کی امام سحنون کے ارشد

تلامذہ سے تھے۔ افریقہ کے فقہاء میں شمار تھا، اغالہ کے دورِ حکومت میں صقلیہ کے عہدہ قضا پر سرفراز ہوئے، داد و انصاف کی شہرت تھی عبادت گزار تھے ۲۹۷ھ میں وطن میں واصل بحق ہوئے۔

قاضی رشید بن احمد قاسم۔ وطن اصلی صقلیہ تھا۔ علمائے عصر سے علوم کا اکتساب کیا۔ افضل کے زمانہ میں قاضی القضاة کے عہدہ پر سرفراز تھے۔ انہیں شعرو سخن سے دلی لگاؤ تھا۔ فی البدیہہ کہنے کا ملکہ رکھتے تھے۔ افضل کے دربار سے تعلق تھا۔ تاریخ وفات معلوم نہ ہوئی۔

سعید بن فتحون بن مکرم قرطبہ کا رہنے والا تھا۔ منصور عامری کے عتاب میں آگیا۔ کچھ عرصہ قید میں رہ کر صقلیہ چلا آیا۔ علوم لسانیہ میں یدِ طولی رکھتا تھا۔ علمِ عربی میں مختصر و مطول کتابیں تصنیف سے ہیں۔ صقلیہ ہی میں انتقال کیا۔

شرف الدین صقلی۔ ابو عبد اللہ کنیت محمد بن ابی بکر عبد الرزاق شرف الدین نام تھا۔ ۶۳۱ھ میں پیدا ہوئے، علوم قرآن کی تحصیل الکمال ابو الحسن علی بن شجاع العباسی، المعین ابو العباس احمد بن ابی الفضائل جعفر بن محمد بن عبد الحق المالکی سے مصر میں کی۔ بیشتر وقت درس و تدریس میں گزارا، ذوالدین علی ان کے تلامذہ ہیں سے تھے۔ فنِ قرأت کے ماہر تھے، تمام عمر زہد و تقویٰ میں گزار دی، مستجاب الدعوات تھے۔ آخر عمر میں قاہرہ چلے گئے تھے وہیں وصال ہوا۔

شریف ادریسی۔ ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن عبد اللہ معروف بہ شریف،  
 افریقہ کے سادات کے شاہی خاندان ادریسی سے تعلق تھا۔ ۳۹۳ھ میں  
 سبتہ میں پیدا ہوئے، قرطبہ جا کر علوم کی تحصیل کی۔ ادب اور علوم عقلیہ میں  
 کامل دستگاہ رکھتے تھے، پھر سیاحت پر کمر باندھی ان کی علمی شہرت دور دور  
 تک پہنچ رہی تھی۔ راجر دوم نے صقلیہ مدعو کیا یہ وہاں پہنچے راجر نے بڑی  
 تعظیم و توقیر کی اور ان سے فرمائش کی کہ ایک کرہ ایسا تیار کر دیں کہ زمین  
 کی ہیئت و صورت کا صحیح اندازہ ہو سکے اور چار لاکھ درہم وزن کی ایک  
 تقریباتی اینٹ ان کے حوالہ کی۔

ادرسی نے قدیم اصول ہیئت کے مطابق آسمان کی شکل کے چند  
 دائرے چاندی کے بنائے اور انہیں طبق در طبق پیوست کر کے کرہ کی  
 شکل میں تیار کرایا جو مختلف طبق افلاک کے مثل تھے۔ پھر زمین کے لیے  
 ایک دوسرا مدور کرہ تیار کیا۔ اس کے بعد آسمان کے دو اکر میں مختلف  
 افلاک ستارے اور سیارے دکھائے گئے اور زمین کے عظیم الشان  
 سانچہ پر دنیا کے تمام شہروں، پہاڑوں، سمندروں، دریاؤں، وادیوں،  
 اور ان کے نشیب و فراز کی تصویر اتاری گئی۔ اس کا قطر تقریباً چھ فٹ  
 اور وزن تقریباً ساڑھے پانچ من تھا۔

راجر نے ادریسی کو بہت کچھ انعام و اکرام سے نوازا۔ اس کے بعد  
 مستقل طور سے ادریسی صقلیہ میں رہنے لگے۔ پھر راجر کے کہنے سے ایک

صاحب علم جغرافیہ دانوں اور مصوروں کی جماعت لے کر سیاحت کے لیے روانہ ہوئے مشرق و مغرب، شمال و جنوب کی سیر کی مقامات کی تفصیل لکھی، اہم عمارات وغیرہ کی تصاویر بنوائیں۔ پندرہ برس میں یہ علمی سفر طے کر کے صقلیہ لوٹے۔ اپنی جغرافی معلومات سے "نزہۃ المشتاق فی افتراق الآفاق" کتاب لکھ کر راجہ دوم کے نام معنون کی گئی۔ اس کتاب کے بعد روض اللانس و نزہۃ النفس یا کتاب الممالک و المسالک لکھی گئی۔

صقلیہ میں ۵۶۰ھ میں اور لسی نے وفات پائی اور وہیں سپرد خاک ہوئے شہاب الدین بن عبدالحق۔ معاصر علماء سے کتاب علم کیا، بالخصوص علم نجوم میں مشہور تھے۔ یہ شغل درس و تدریس تھا۔ طاہر بن محمد بن رقبانی اسلامی عہد میں ان کے ادب کی شہرت تھی علم لغت کے ماہر تھے، ان کی شعر و شاعری کی عام شہرت تھی اہل علم دور و نزدیک سے آکر استفادہ علمی کیا کرتے۔ قفلی نے اپنی کتاب میں ان کا ذکر کیا ہے

عبدالرحمن بن محمد بشاری۔ صقلیہ کے شہر بشار کے رہنے والے تھے۔ علوم قرآن میں دستگاہ کامل رکھتے تھے۔ علماء معاصرین میں قدر و منزلت سے دیکھے جاتے تھے۔ کچھ عرصہ درس تفسیر بھی دیا۔ ان کی وفات کی تاریخ معلوم

۱۵ اخبار اللانس جلد ۲ صفحہ ۵۰، وغیرہ ۱۵ السائیکلو پیڈیا آف اسلام ترجمہ اور لسی سے عیون الانبار فی طبقات الاطباء جلد ۱ ص ۱۸۹۔



نہ ہو سکی۔

عبداللہ بن حمدون کلبی۔ صقلیہ کے قدیم اہل علم سے تھے۔ امام سحنون کے شاگرد تھے انہی سے حدیثیں روایت کیں۔ ان کا مذہب مالکی تھا۔  
۳۳ھ میں فوت ہوئے۔

عبدالرحمن بن رمضان صقلیہ کے قاضیوں کے خاندان سے تھے ذی علم شعراء میں شمار تھا۔ راجر دوم کے دربار سے تعلق تھا۔ قصیدہ گوئی ان کا مشغلہ تھا۔ آخر شصقلیہ کی خاک کے سپرد ہوئے۔

عثمان بن علی بن عمر خزرجی انصاری السرقوسی۔ ابن فحام اور ابن بلیہ سے قرآن مجید پڑھا، پھر مصر گئے، مسجد جامع عمرو بن العاص میں وسیع حلقہ مدرس قائم کیا، اس کے ساتھ علماء مصر سے استفادہ علمی کیا حافظ سلفی، معصر تھے۔ ابو محمد بن بر النخوی اور ابو البقی صالح بن عادی العذری الانماطی تلامذہ سے تھے۔ کتاب مخارج الحروف یادگار سے تھے۔ تاریخ وفات کا پتہ نہ لگا۔

عمر بن خلف بن مکی۔ ابو حفص کنیت تھی، فقہائے صقلیہ سے تھے۔ فن انشا و خطابت میں ملکہ تھا۔ بیونس کے عہدہ قضاة پر فائز رہے، شاعری سے بھی ذوق تھا۔ فن لغت میں ان کی کتاب تنقیف اللسان پر عمر بن علی بن عمر سرقوسی کو علم نحو و لغت میں بڑی مہارت تھی۔ صاحب تالیفات ہیں۔

۱۵ کشف الظنون جلد ۲ ص ۲۸۔

عمر بن صقلی - قیروان میں عمرگزاری - علم ادب کا ماہر تھا، ابوالفضل یوسف  
معروف باین نحوی کا ہم عصر تھا۔ زیادہ حالات معلوم نہ ہو سکے۔

علی بن عبدالرحمن کو علم نحو و عروض میں کمال حاصل تھا۔ اصناف  
ادب و شعر و شاعری سے بھی مناسبت رکھتا تھا، آخر عمر میں صقلیہ سے  
اسکندریہ چلا گیا، وہیں پویند خاک ہوا۔

فخر الدین محمد بن محمد کنیت شیخ ابو عبد اللہ تھے۔ شافعی مذہب رکھتے  
تھے علم فقہ کی تحصیل شیخ قطب الدین سنیاطی سے کی، زہد و ورع اور  
صلاح و تقویٰ میں شہرت رکھتے تھے۔ دمیاط (مصر) کے عہدہ قضا پر مامور  
تھے کچھ عرصہ مصر کے قائم مقام والی رہے، التجیزی تصحیح التفحیر آپ کی یادگار  
ہے۔ اذیقعدہ ۲۶۷ھ کو مصر میں وفات پائی۔

قاسم سرقوسی - قدیم محدثین میں شمار ہے، ان کے تلامذہ میں  
ابوالقاسم عبدالرحمن بن محمد لوائی معروف بہ جزقی کا نام تذکروں میں آتا ہے  
اور حال معلوم نہ ہو سکا۔

قاضی ابو عمرو مہیون کا نام صقلیہ کے محدثین میں آتا ہے، ابو مصعب  
زہری اور امام سحنون کی روایات ان کے واسطے سے صقلیہ پہنچیں،  
ابوالعرب ان کے تلامذہ سے تھے۔

قرشی صقلی - ابوالعرب مصعب بن محمد بن ابوالفرات قرشی صقلیہ کا نام  
صاحب دیوان شاعر تھا۔ ۲۲۳ھ میں بلرم میں پیدا ہوا۔ علمائے عصر کے

نہا منے زانوٹے شاگردی طے کیا۔ شعر گوئی سے شوق تھا اس میں کمال حاصل کیا۔ صقلیہ سے باہر اندلس تک اس کے شعرو سخن کی شہرت تھی، امیر المعتمد قرمانروائے اشبیلیہ نے زاذراہ بھیج کر مدعو کیا مگر وطن چھوڑنا گوارا نہ کیا۔ جب نارمن ظالموں کا تغلب استیلا ہوا تو گھبراہ چھوڑ کر اشبیلیہ پہنچا اور امیر المعتمد کے دامن دولت سے وابستہ ہو گیا۔ ۳۵۰ھ تک زندہ تھا۔ دیوان مصعب کے نام سے اس کے کلام کا مجموعہ ہے۔ یہ محمد بن عبدون سوسی۔ مغرب کے نامور شعراء میں سے تھا۔ ثقۃ الدولہ کے عہد میں صقلیہ آیا اور ایک مدحیہ قصیدہ اس کی شان میں پیش کیا۔ اس نے قدردانی کی اور اپنے لڑکے تاج الدولہ کے مصاحبین میں داخل کیا۔ ابن عبدون ادب مجلسی سے واقف تھا تاج الدولہ اس کی بڑی قدر و منزلت کرتا تھا۔ جب وہ صاحب اقتدار ہوا تو اس کا بھی اعزاز بڑھا۔ صقلیہ میں ہی انتقال ہوا۔

محمد بن خراسان ابو عبد اللہ محمد بن خراسان مقری کے لقب سے لقب تھے۔ نسو و نما صقلیہ میں ہوئی، علم کی تحصیل کی خاطر مصر گئے وہاں امام المقرئین ابو جعفر النخاس متوفی ۳۳۸ھ اور ابن مظفر بن احمد بن حنبل بن ہمدان سے علوم قرآن اور حدیث کا درس لیا اور وطن واپس آ کر درس و تدریس میں لگ گئے۔ چھتیس سال کی عمر میں ۳۸۶ھ میں فوت ہوئے۔

۱۵ تاریخ صقلیہ حصہ دوم

۱۵۲ احسن التقادیم مقدسی۔ ص ۲۳۸

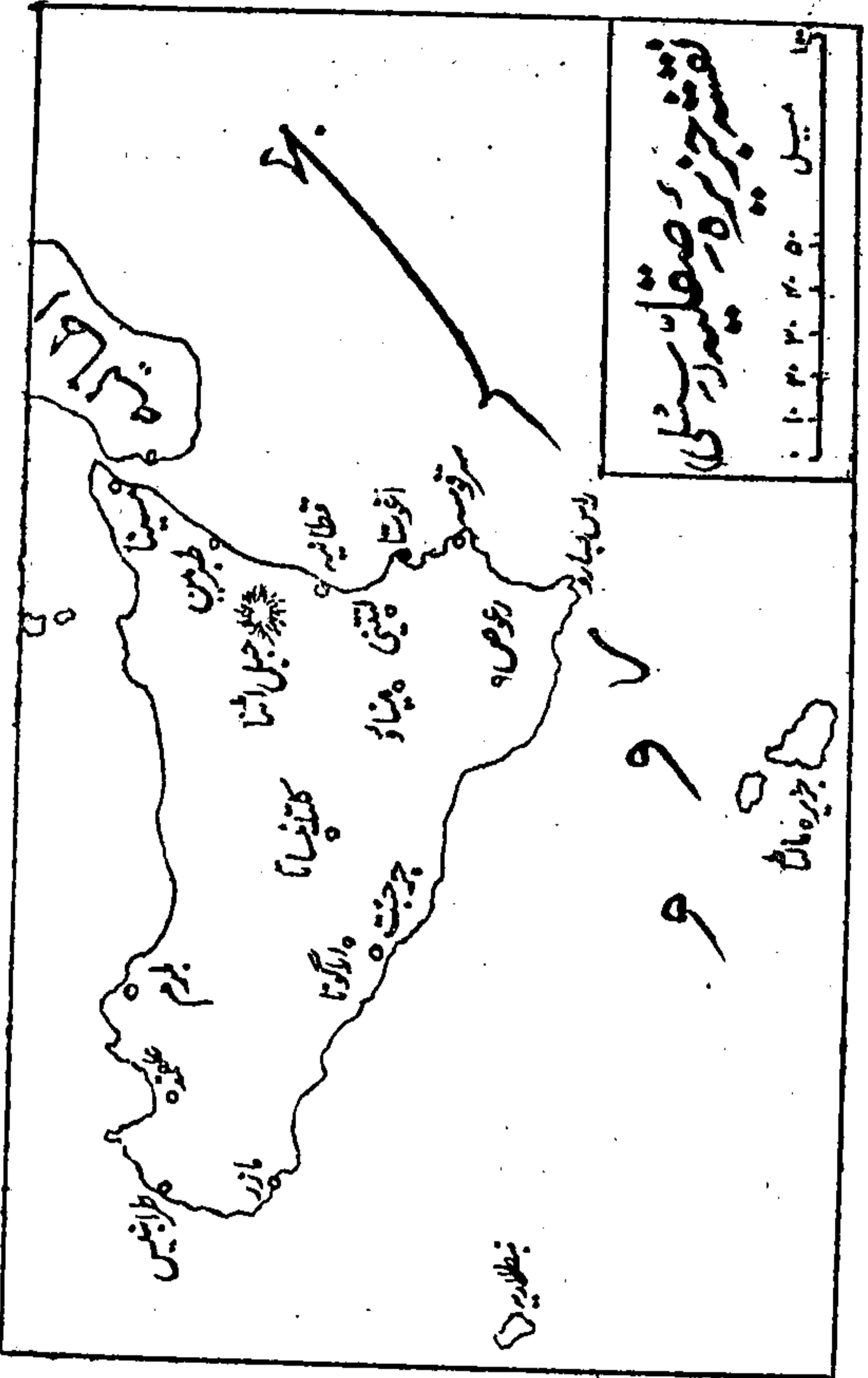
محمد بن علی ابوبکر محمد بن علی بن حسن بن عبدالبر محدث علم نحو و لغت میں  
 عالی مرتبہ رکھتے تھے۔ ابن القطاع ان کا شاگرد تھا۔ باقی زندگی کے حالات  
 پردہ خفا میں ہیں۔

نصرون بن حسین خرمی۔ تلمذ ابن القطاع سے تھا۔ علم لغت کے  
 ماہر تھے۔ زیادہ حال ان کا میسر نہ آیا۔

ختم شد

نقشہ جزیرہ صقلیہ رومانی

مقیاس ۱ : ۲۰ ۰ ۰ ۰



بنیاد پر

# تاریخ اسلام کا مکمل کورس

تاریخ اسلام کا یہ مفید سلسلہ جو تاریخ ملت کے نام سے مشہور ہے اور مقبول عوام و خواص ہو چکا ہے۔ مختلف خصوصیتوں کے لحاظ سے نہایت ہی ممتاز ہے، زبان کی سلاست، ترتیب کی دل نشینی اور جامعیت و اختصار اس کی ایسی خصوصیتیں ہیں جو آپ کو اس سلسلہ کی دوسری کتابوں میں نہیں ملن گی۔ خلفاء اور سلاطین کی شخصی زندگی کے سبق آموز واقعات کو اس میں اہتمام کے ساتھ آجا کر کیا گیا ہے۔ اب تک اس کے نو حصے چھپ چکے ہیں۔

جلد اول:	نبی عربی (مؤلفہ قاضی زین العابدین میر علی)
جلد دوم:	خلافت راشدہ
جلد سوم:	خلافت بنی امیہ
جلد چہارم:	خلافت ہسپانیہ (مؤلفہ مفتی انتظام اللہ شہابی)
جلد پنجم:	خلافت عباسیہ (حصہ اول)
جلد ششم:	خلافت عباسیہ (حصہ دوم)
جلد ہفتم:	تاریخ مصر
جلد ہشتم:	خلافت عثمانیہ
جلد نہم:	تاریخ صقلیہ (سلسلی)

مکتبہ برہان جامع مسجد۔ دہلی

## نعتِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

ہندوستان کے مشہور و مقبول شاعر بہزاد لکھنوی کے نعتیہ کلام کا دلنیز مجموعہ جسے مکتبہ برطانوی نے تمام ظاہری دل آویزوں کے ساتھ بڑے اہتمام سے شائع کیا ہے۔ جن حضرات کو آل انڈیا ریڈیو سے ان نعتوں کے سننے کا موقع ملا، وہ اس مجموعہ کی پاکیزگی اور لطافت کا اچھی طرح اندازہ کر سکتے ہیں۔ قیمت ۱۲ روپے۔

## جدید بین الاقوامی سیاسی معلومات

”بین الاقوامی سیاسی معلومات“ میں سیاسیات میں استعمال ہونے والی تمام اصطلاحوں، قوموں کے درمیان سیاسی معاہدوں، بین الاقوامی شخصیتوں اور تمام قوموں اور ملکوں کے سیاسی اور جغرافیائی حالات کو نہایت سہل اور دلچسپ انداز میں ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہے۔ یہ کتاب اسکولوں، لائبریریوں اور اخباروں کے دفاتروں میں رہنے کے لائق ہے۔ جلد اول جدید ایڈیشن جس میں سیکڑوں صفحات کا اضافہ کیا گیا ہے۔ قیمت مجلد ششہ، آٹھ روپے۔

نیچر مکتبہ برطانوی اردو بازار جامع مسجد دہلی

(سلسلہ ندوۃ المصنفین)

(۵۷)

تاریخ ملت

جلد نہم

تاریخِ صقلیہ

اسکولوں اور مدرسوں کے طلبہ اور عام بچوں اور  
بچیوں کے لیے صقلیہ کے عہدِ اسلامی کی تاریخ

از

مفتی انتظام اللہ صاحب شہابی لکھنؤ

ندوۃ المصنفین اردو بازار جامع مسجد  
دہلی